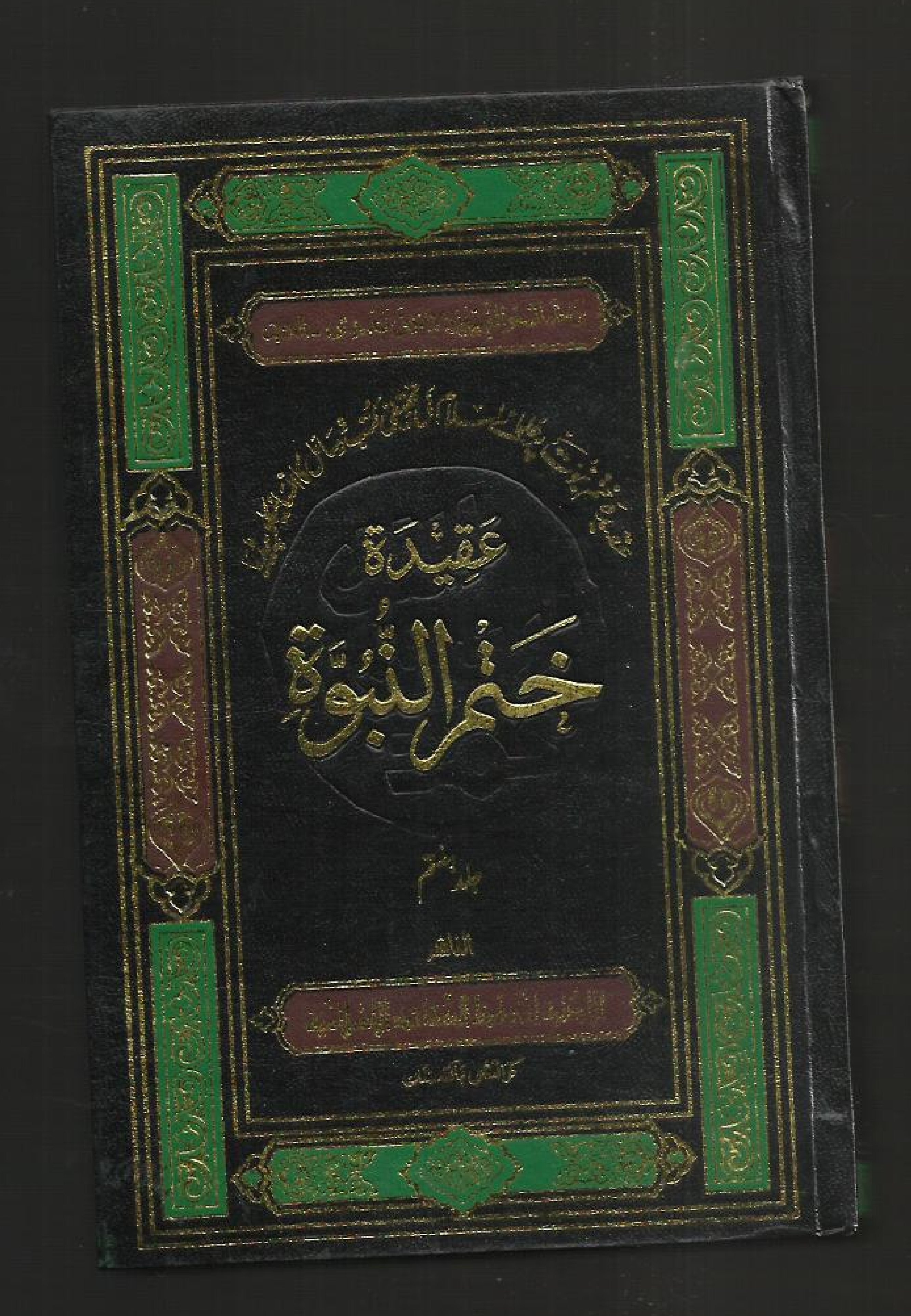
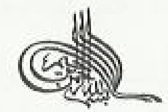


عقیدۃ
ختم النبوۃ
جلد ہفتم
الناشر



رسالہ

بیانِ مقبول
و ردِّ قادیانی مجہول

تصنیفِ لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: تفسیر صاوی [1] جو مالکی مذہب کی ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت ہے۔

جواب: بالکل غلط ہے بلکہ متعدد جگہ اس تفسیر میں حیات عیسیٰ علیہ السلام اور جانا ان کا آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ مذکور ہے۔ ”جلد اول، سورہ بقرہ میں زیر آیت ﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ کے لکھتے ہیں قوله كعيسٰى اى كذبوا ولم يتمكنوا من قتله بل رفعه الله الى السماء۔ دیکھو اس میں مرفوع ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر مذکور ہے۔ اور سورہ مائدہ، ص۲۰۰ زیر آیت کریمہ ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ......الخ﴾ (قوله فى القيامة) وقيل ان السوال وقع فى الدنيا بعد رفعه الى السماء اقول تعلق قيل بالسوال لابما بعد رفعه الى السماء قوله ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ يستعمل التوفى فى اخذ الشئ وافيا اى كاملا والموت نوع منه قال تعالىٰ ﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا﴾ وليس المراد الموت بل المراد الرفع كما قال المفسر (قبضتنى بالرفع الى السماء) حاصل مافى المقام ان هذه العقيدة وقعت منهم بعد رفعه الى السماء وتستمر الى نزوله ولم تقع منهم قبل رفعه وامابعد نزوله فلم يبق نصرانى ابدا بل اما الاسلام اوالسيف فتعين ان يكون معنى توفيتنى رفعتنى الى السماء.

---

[1] یہ تفسیر جلالین کے اوپر حاشیہ ہے۔ ۱۲ منہ

سوال: تفسیر روح البیان میں جو کہ بڑی معتبر کتاب ہے۔ موت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکور ہے۔

جواب: محض غلط ہے۔ اس سے سابق روح البیان سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بعینہٖ بجسم خاکی آسمان پر زندہ گئے ہیں۔ اور قرب قیامت تک وہیں رہیں گے بعدہٗ اتر کر دجال کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور اب بھی روح البیان سے حیات عیسوی نقل کر دیتا ہوں۔ سورہ اسراء ص ۳۹۵ میں ہے۔ کہ شب معراج میں سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات اس طور پر ہوئی۔ کہ ان حضرات کی صورتیں مثالیہ تھیں۔ مثل صورت جسم کے مگر حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس اور حضرت الیاس علی نبینا وعلیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان کے جسم دنیوی کے ساتھ کیونکہ یہ حضرات زندہ ہیں۔ ونصہ فراھم فی صورۃ مثالیۃ کھیئتھم الجسدانیۃ الاعیسیٰ وادریس والخضر والیاس فانہ راھم باجسادھم الدنیویۃ لکونھم من زمرۃ الاحیاء......الخ.

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اوصاف میں سے جو کہ حدیث شریف کا یہ ٹکڑا ہے۔ تکون الملل کلھاملۃ واحدۃ. یعنی سب دین کا ایک دین ہو جائے گا۔ درست نہیں کیونکہ یہ مخالف ہے اس آیت کریمہ کے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ محمد ﷺ کی متابعت کریں گے۔ وہ لوگ کافروں پر فوق اور اچھے رہیں گے۔ روز قیامت تک اس سے معلوم ہوا کہ کافر مثل فرقہ ایمان داروں کے قیامت تک دنیا میں ہوں گے پس سب دینوں کا ایک دین ہونا درست نہ ہوگا۔

جواب: سب ملتوں کا ایک ملت ہونا بروقت نزول عیسیٰ علیہ السلام یہ مراد نہیں کہ فوراً عیسیٰ بن مریم کے اترتے ہی سب اہل کتاب مسلمان ہو جائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علم خداوندی

میں کفر پر معین ہے ان کو کفر کی حالت میں بذریعہ جہاد قتل کر دیا جائے گا اور باقی موجودہ کافر کل سب ایمان قبول کرلیں گے۔ جیسا کہ ملک عرب کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے کہ عرب میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں ''اسلام'' داخل نہ ہوا ہو یعنی ہر ایک عربی مسلمان ہوگا۔ اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت حالت کفر میں مقدر تھی وہ ہلاک کیے گئے اور باقی کے مسلمان ہو گئے۔ پس حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال: حدیث وتکون الملل کلھا ملۃ واحدۃ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سب مختلف دین کا ایک دین مسلمانی ہو جائے گا۔ مخالف ان دو آیتوں کے ہے کیونکہ یہ حدیث مشیت خداوندی کے خلاف ہے۔ اول آیت ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اگر ہم چاہیں تو البتہ دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت، لیکن ثابت ہو چکا ہے مجھے یہ قول کہ البتہ پر کروں گا جہنم کو جنات اور بنی آدم کل سے دوسری آیت یہ ہے ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الامن رحم ربک ط ولذلک خلقھم وتمت کلمۃ ربک لاملئنّ جھنم من الجنۃ والناس اجمعین ط اور اگر چاہتا رب تیرا اے محمد ﷺ تو البتہ کر دیتا کل لوگوں کو ایک گروہ اور یہ لوگ ہمیشہ مختلف ہوں گے، مگر جس پر کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اسی لیے ان کو پیدا کیا ہے اور پوری ہو چکی ہے۔ بات رب تیرے کی البتہ بھروں گا دوزخ کو جنات اور بنی آدم سے۔

جواب: کوئی مخالفت اور تعارض نہیں کیونکہ آیت اولی کا مفاد یہ ہے کہ ہم نے چوں کہ انسانات اور جنات سے دوزخ کا بھرنا منظور کرلیا ہے۔ لہٰذا ہر ایک جن اور ہر ایک آدمی کو ہم نے ہدایت نہیں دی۔ ورنہ اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دیدیتے اور یہ ہو سکتا ہے کہ سب کو

ہدایت بھی نہ ہو اور جہنم کو بھی پر کر دیا جائے۔ باوجود اس کے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگ سب ایک ملت ہو جائیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ماقبل کے لوگ مختلف رہیں اور عین عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کے لوگ جو حالت کفر کی موت سے بچ جائیں وہ سب کے سب ایک ملت پر ہو جائیں اور پھر بعد زمان عیسیٰ علیہ السلام کے لوگ بوجہ فسق وفجور کے بیدین ہوں گے۔ قیامت تو شریروں ہی پر قائم ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے اول اور آخر کے لوگوں سے مع جنات کے جہنم پر کر دی جائے گی اور ان کے وقت کے مسلمان لوگ بوجہ ہدایت کے جہنم سے بچائے جائیں گے اور دوسری آیت بحسب استثناء من رحم ربک مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہو سکتا ہے۔ رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود رہیں گے مختلف بھی رہیں گے اور لایزالون کا یہ مقتضی نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے یعنی کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں دیکھو قول باری تعالیٰ کا ﴿لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ﴾ جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفکاک بنیانهم (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے نہ ہوگا ہاں اگر مرگئے۔ تو چوں کہ خود ہی نہ ہوں گے ان کا شک بھی نہ ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ الا ان تقطع قلوبهم مگر یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کٹ جائیں دل ان کے یعنی مرجائیں۔ پس زمان مسیح بن مریم میں چوں کہ غیر مرحومین ہی نہ رہیں گے تو ان کا اختلاف کیسے ہوگا؟ پس ان آیات اور حدیث میں بھی کوئی تعارض نہیں لیکن بے علمی بری مرض ہے۔

سوال: مرزا کہتا ہے کہ حدیث کا ایک ٹکڑا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو واقع ہے۔ لیدعون الی المال فلایقبله احد. وہ میرے حق میں ہے کیونکہ میں نے بذریعہ

اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور مخالفین اسلام کو بلایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔

جواب: حدیث شریف میں تو "فلایقبله احد" مذکور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں چوں کہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی۔ اور سب تارک اور زاہد ہوں گے۔ چنانچہ اس پر فقرہ حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا ومافیها. شاہد ہے۔ اس لیئے وہ مسلمان عابد، زاہد دنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو بمقابلہ اظہار حقیت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے۔ فان قلت السجدة الواحدة دائماخیر من الدنیا وما فیهالان الاخرةخیر وابقی- قلت الغرض انها خیر من کل مال الدنیا اذ حینئذ لایمکن التقرب الی الله تعالیٰ بالمال. وقال التور بشتی یعنی ان الناس یرغبون عن الدنیاحتی تکون السجدة الواحدة احب الیهم من الدنیا وما فیها...... الخ (منہ عینی بخاری ج۷ص۴۰۲)

سوال: فرشتے زمین پر نہیں اترے اور جب اتریں گے تو اتمام حجت ہو جائے گا پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔ اور حدیث دمشقی جس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مذکور ہے وہ موضوع اور جھوٹی ہے۔ اس کو یہ آیت جھوٹا کر رہی ہے۔ ﴿هل ینظرون الا ان تاتیهم الملئکة اویاتی ربک اویاتی بعض ایات ربکط یوم یاتی بعض ایات ربک لاینفع نفسا ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا﴾ نہیں نظر کرتے یہ کفار مگر اس بات کی، کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے رب تیرا یا آئے بعض نشانی پروردگار کی، یعنی غضب وعذاب، اور

جس دن آجائے گی بعض نشانی تیری رب کی نہ نفع دے گا کسی شخص کو اس کا ایمان، جو اس نشانی کے قبل ایمان نہ لایا ہوگا اور جس نے اپنے ایمان میں پہلے اس سے کوئی بھلائی حاصل نہ کی ہوگی، آہ مرزا انہیں آیات اور ان کی مثل سے سند پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے۔

جواب: ورودِ ملائکہ زمین پر کئی بار ہو چکا ہے اور ہوتا رہتا ہے اور ہوگا قیامت تک۔ اس کا انکار کرنا بالکل حماقت ہے قرآن شریف میں ہے ﴿فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا﴾ دوسری جگہ میں وارد ہے ﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ﴾ تیسری جگہ میں وارد ہے ﴿اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ۝ بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ﴾ چوتھی جگہ میں وارد ہے ﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ۝ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ...... الخ﴾ ان سب آیات قرآنی میں مرزا اور مرزائی کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں، اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا ان کا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں۔ یہی ''ارواح کواکب'' بزعم مرزا زمین پر اتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں یا متغیر نہ ہوئیں جسم بلا روح کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنے والا۔ اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور

یہ مہمان ابرہیم اور لوط علیہما السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم ہوتا تھا۔ اور سب حاضرین مجلس نبوی ﷺ اس سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ کہ اس کے بارے میں حضرت ﷺ نے فرمایا۔ فانه جبرئیل علیہ السلام اتاکم یعلمکم دینکم پس یہ تحقیق جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ آئے ہیں تمہارے پاس۔ سکھاتے ہیں تم کو دین تمہارا۔ اور بخاری میں ابن عباس سے ہے۔ قال قال رسول الله ﷺ یوم بدر هذا جبرائیل اخذ برأس فرسه علیه اداة الحرب یعنی حضرت ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا۔ کہ یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔ اور وہ معلم جس نے آنحضرت کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی۔ اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا۔ اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا۔ اور سامری نے خاک اس گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی اور وہ شخص جو صورت دحیة کلبی صحابی میں آیا تھا۔ اور ایک دفعہ حضرت ﷺ نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔ اور تم کو سلام دیتا ہے۔ اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کو ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد ﷺ تیرا خدا فرماتا ہے۔ کہ اگر تو چاہے تو میں اس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ کیا آیا یہ سب ارواح کواکب ہی تھے؟ خدا را ترے و مصطفی را جبائے۔ قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہئے تا کہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کسی معنی مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تحریف پیدا نہ کریں مرزا کی طرف سے۔

سوال: فرشتوں کا زمین پر آنا جبرائیل علیہ السلام کا متمثل ہونا بصورت بشری اور اپنی اصلی صورت کو چھوڑنا کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب: ہوسکتا ہے کہ اس کی زائد خلقت اور صورت بعد بالکلیہ فنا ہو جانے اور زائل ہو جانے کے پھر اس کو ملتی ہو جب کہ تبلیغ کر چکتا ہوگا۔ بوجہ اس کے کہ تداخل دو صورتوں کا باہم نزدیک اہل حق کے درست نہیں ہے۔ علم منطق میں ہے الملک جسم نوری یتشکل باشکال مختلفة لایذکر ولایؤنث عینی بخاری ''جلد اول'' میں عبداللہ بن یوسف کی حدیث جس میں یہ جملہ ہے واحیانا یتمثل لی الملک رجلا پوری کاشف اس وہم کی ہے۔ امام مقدام عینی اس کے تحت میں فرماتے ہیں۔ قول یتمثل ای یتصور مشتق من المثال وهو ان یتکلف ان یکون مثالا لشئ اخر وشبیها له قوله الملک جسم علوی لطیف یتشکل بای شکل شاء وهو قول اکثر المسلمین وقالت الفلاسفة الملئکة جواهر قائمة بانفسها لیست بمتحیزة البتة ثم قال الامام الموصوف فی بیان الاجوبة والا سئلة فی هذا الحدیث

العاشر ماقیل ما حقیقة تمثل جبرئیل علیه السلام له رجلا اجیب بانه یحتمل ان الله تعالیٰ افنی الزائد من خلقه ثم اعاده علیه و یحتمل ان یزیله عنه ثم یعیده الیه بعد التبلیغ نبه علیٰ ذلک امام الحرمین واما التداخل فلا یصح علی مذهب اهل الحق. اوراس جواب کے متصل دوسرا

سوال اور جواب بھی فرماتے ہیں۔ سوال: جبرئیل علیہ السلام کے 600 پر ہیں جب کہ وقت ملاقات رسول اللہ ﷺ کے دحیۃ کلبی صحابی کی صورت پر بن کر آتے تھے۔ تو ان کی وہ روح کہاں جاتی تھی۔ پس اگر اس چھوٹی صورت میں وہ روح آتی تھی تو کیا بڑا جسم اصلی اس کا فنا ہوتا تھا یا باقی رہتا تھا۔ سوائے روح کے اور اگر وہ روح اسی اپنے بڑے جسم میں رہتی تھی تو وہ جسم کلاں دحیة کلبی کی صورت پر نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ یہ روح اور نہ یہ جسد جبرئیل

علیہ السلام کا تھا۔

جواب: جبرائیل علیہ السلام کی روح ان کے جسم کلاں سے منتقل ہو کر جسم صغیر میں آجاتی تھی جو کہ بصورت دحیۃ کلبی صحابی کے تھا۔ اور جسم کلاں باقی زندہ رہتا تھا۔ سوائے روح کے جیسے شہیدوں کی روحیں منتقل ہو کر سبز جانوروں کے جواصل پوٹوں میں رہتی ہیں اور جسم کی موت بوجہ جدا ہو جانے روح کے عقلاً واجب نہیں ہے۔ بلکہ پروردگار نے موت جسدی کو عادت کریمہ کے ساتھ بوجہ مفارقت روح کے بنی آدم وغیرہ حیوانات میں جاری کیا ہے۔ بس اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ملائکہ میں بھی بوجہ مفارقت روح کے موت جسم کی ہو جائے۔ قال الامام الهمام بدرالدین العینی الحنفی فی شرح البخاری تحت الحدیث المذکور الحادی عشر ماقیل اذا لقی جبریل النبی ﷺ فی صورة دحیة. فاین تکون روحه؟ فان کان فی الجسد الذی له ستمائة جناح فالذی اتی لاروح جبریل ولا جسده. وان کان فی هذا الذی هو صورة دحیة. فهل یموت الجسد العظیم ام یبقی خالیا من الروح المنتقلة عنه الی الجسد المشبه بجسد دحیة. اجیب بانه لایبعد ان لایکون انتقالها موجب موته فیبقی الجسد حیالاینقص من مفارقته شیء ویکون انتقال روحه الی الجسد الثانی کا نتقال ارواح الشهداء الی اجواف طیرخضر وموت الاجساد بمفارقة الارواح لیس بواجب عقلا بل بعادة اجراها الله تعالی فی بنی آدم فلایلزم فی غیرهم.

سوال: آیت ومن نعمره ننکسه فی الخلق دال ہے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واژگونی یہ

نسبت پہلی حیات کے پیدا ہوتی ہے۔ تو کیا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (ایام الصلح)

جواب: اس شخص سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ''ایام الصلح'' مرزا کی کتاب کا نام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسی یا نوے سال کی قید جو مرزا نے لگائی ہے۔ کون سے کلمہ قرآنی کا معنی ہے؟ یہ کلام الٰہی میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن شریف میں کیا تم نے آیت اصحاب کہف کے بارے میں نہیں دیکھی۔ جو پروردگار فرماتا ہے۔ ﴿وَلَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا﴾ اور ٹھہرے وہ لوگ غار میں تین سو برس اور زیادہ کئے انہوں نے نو برس۔ یعنی ۳۰۹ اگر اس آیت ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ﴾ کا مطلب اسی یا نوے برس ہے۔ تو اصحاب کہف کو ۳۰۹ تین سو نو برس تک کس طرح ٹھہرایا؟ بلکہ یہ تین سو نو برس تو وقت نزول اس آیت کے۔ اور اب ۱۳۳۲۔ اور جو گزر گئے۔ پس مجموعہ عمر میں ۱۶۴۱ ہوئی۔ مجموعہ فتاوی مولوی عبدالحی ص ۱۲، جلد ۳ میں ہے کہ اصحاب کہف امام مہدی کے ہمراہ ہو کر دجال سے لڑائی کریں گے اور حضرت الیاس علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ ''تفسیر روح البیان، جلد رابع، ۱۰۳ میں ہے۔ ہزاروں برس کی عمر ہوگی اور باتفاق جمہور اہل تصوف ومحدثین وبزرگان دین خواجہ خضر علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ غوث پاک عبدالقادر جیلانی شیخ المشائخ بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ جیسا کہ ''فواتح الرحموت'' شرح مسلم الثبوت، ص ۴۱۲ میں ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس اور حضرت آدم کی عمر (۹۳۰) سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو چھپن سال ۳۵۶ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سے بیس سال (۱۲۰) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

بیانِ مقبول

کی دو سو تیئس برس (۲۲۳)، کیسے خلاف مدلول آیت قرآنی کے ہوئی؟ مرزا نے افسوس کہ کوئی سیر اور تاریخ کی کتاب بھی نہ دیکھی۔ جہالت بھی بری بلا ہے۔

سوال: آیت ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر دلالت کرتی ہے وفات عیسیٰ پر، معنی اس کا یہ اور بعض تم لوگوں سے فوت ہوتا ہے اور مر جاتا ہے اور بعض تم لوگوں سے لوٹایا جاتا ہے بطرف ارذل اور خراب عمر کے، قرآن شریف میں کسی جا یہ وارد نہیں ہے کہ بعض تم لوگوں سے اس جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور پھر لوٹے گا آخر زمان میں۔ یعنی اس قسم کی عبارت ومنکم من صعد الی السماء بجسدہ العنصری ثم یرجع فی اخر زمان. قرآن شریف میں کسی جگہ میں وارد نہیں ہے۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔ اب اگر بعض لوگوں کا چڑھنا بطرف آسمان کے بھی مانا جائے تو تیسرا امر بھی نکل آیا اور آیت مذکورہ کا حصر باطل ہوگیا۔

جواب: مسیح بن مریم علیہما السلام اس آیت کے دو شق میں سے ﴿وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ داخل ہے اور ارذل العمر، کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے نہ منصوصی کہ کسی آیت میں تصریح ہو اور نہ عقلی۔ تا کہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ اور علماء طبعیین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کشفی طور سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ ''اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے پر مکشوف ہوا ہے۔ علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود بحد معین نہ کہتے۔ امید ہے کہ مرزائی کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے کیونکہ مرزا خود کشفی دلیلوں پر جا بجا سند لایا۔ اور شیخ اکبر کو اپنا پیشوا جانتا تھا۔ باقی رہا حضرت مسیح کا آسمان پر تشریف لے جانا سو یہ ان حالات میں سے ہے جو متوسط ہیں الولادۃ والموت میں۔ حالات متوسطہ کا ذکر اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہئے

کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی۔ جیسا کہ مرزا کا اور سارے مرزائیوں کا مزعوم ہے۔ یعنی مسیح علیہ السلام کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں۔ موجب بطلان حصر آیت کا ہو۔ اور اگر یہی عدم ذکر موجب بطلان حصر آیت نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء جو حالات متوسطہ میں سے ہے۔ یہی مخل حصر آیت نہیں ہوسکتا ہے۔

سوال: از طرف مرزا۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرمایا وماجعلنا هم جسدا لا یاکلون الطعام ”ہم نے نہیں بنایا ان لوگوں کو ایسے جسم پر کہ نہ کھائیں طعام“۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ کانا یاکلان الطعام ”وہ دونوں طعام کھایا کرتے تھے“۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ظاہر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر، کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے۔ تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر کھانے پینے کے کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: آیت مذکورہ سے مایہ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے اور طعام کے معنی ”مایطعم“ کے ہیں۔ یعنی جو ”چیز طعم“ اور غذا ہو کر ”مایۂ حیات“ بنے ”طعام“ کا معنی فقط گیہوں، جو، برنج وغیرہ حبوب ہی نہیں، بلکہ عام ہے اور یہ چند چیزیں بھی منجملہ ”افراد طعام“ عام میں سے ہے۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔ ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی۔ بخاری اور مسلم دونوں اس حدیث کو لائے ہیں۔ معنی یہ ہوا ”اور کون ہے؟ تم سے مثل میرے کہ رات گزارتا ہوں میں اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے“۔ یعنی میں تمہاری طرح آب ودانہ ظاہری ہی فقط کھا کر گزارہ نہیں کرتا ہوں کہ فقط معتادہ ماکولات ہی میرا گزارہ ہو، بلکہ میری خوراک اور غذا عنایت ایزدی ہے یعنی پروردگار کا ذکر اور تسبیح وتہلیل۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے جس کو ”ابوداؤد، امام احمد حنبل

اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ فکیف بالمؤمنین یومئذ فقال یجزیهم مایجزی اهل السماء من التسبیح والتقدیس۔ حدیث کا راوی آنحضرت ﷺ سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیسا حال ہوگا؟ جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا طعام اور مایہ حیات ذکر الٰہی اور تسبیح وتقدیس ہے۔ اسی طرح مومنین بھی ”سبحان الملک القدوس“ کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر انکا طعام اور سبب حیات ہوگا اور یہ مسئلہ ”انجیل متی“ اور لوقا باب ۴ درس ۴“ میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ ”صحف انبیاء علیہم السلام“ میں اسی طرح مرقوم ہے کہ ”خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر کرتی ہے جو عوام لوگوں کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ یاد کرو ان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر ”طعام اور شراب مالوف ومعمول“ اور بغیر تنظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے، اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ افسوس کہ مرزا اور مرزائے، انبیاء اور اولیاء کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ بیت

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اس امت مرحومہ محمدیہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے آدمی موجود ہیں۔ اور ہوں گے جن کی زندگی کا ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ اور ہوگا۔

سوال: مرزا کی طرف سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واوصانی بالصلوة والزكوة مادمت حيا ”اور وصیت کی ہے مجھ کو یعنی حکم کیا ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ساتھ پڑھنے نماز اور زکوٰۃ کے جب تک کہ میں زندہ ہوں“ پس چاہئے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں۔ حالانکہ آسمان پر جیسا کہ خورد ونوش سے فارغ

ہیں ایسا ہی لوازم جسمیت سے بھی، علاوہ اس کے ادائے زکوۃ مال کو چاہتا ہے اور آسمان پر مال کہاں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا میں بھی بباعث زہد اور فقیر کے مالک نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوۃ کو تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ مرزا اور مرزائی اگر زمین پر عیسیٰ کا زکوۃ دینا ثابت کردیں تو بعد اس کے ہم آسمان پر ثابت کردیں گے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح ابن مریم علیہما السلام کے اور زکوۃ کا معنی مفسرین نے ''تصفیہ نفس طب'' بھی لکھا ہے۔

سوال: انک میت و انهم میتون۔ صریح وفات عیسیٰ علیہ السلام پر شاہد ہے۔

جواب: یہ دونوں یعنی ﴿انک میت﴾ اور ﴿وانهم میتون﴾ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں، نہ دائمہ مطلقہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہونے والا ہے اپنے وقت میں اور وہ انبیاء سابقین بھی اپنے اپنے اوقات میں مرنے والے ہیں۔

اب دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بعد نازل ہونے کے آسمانوں سے سب اہل اسلام ''انهم میتون'' میں داخل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور نزول آیت کے وقت اگر مرجانا ان کا ضروری ہو تو چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ بھی وقت نزول آیت کے داخل اموات ہوگئے ہوں۔

سوال: ''میت'' مشتق ہی موت سے اور حمل مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنابراں چاہئے کہ وہ سب مرچکے ہوں، حتیٰ کہ مسیح بھی۔

جواب: ''قیام مبداء'' کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ کے۔ یہاں پر منطق کا پردہ بھی کھل گیا کہ مرزا کہاں تک منطق جانتا تھا قضیہ کے تحقق اور صدق میں امتیاز نہیں رکھتا تھا۔

سوال: قرآن شریف میں وارد ہے والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا

وهم یخلقون اموات غیر احیاء ومایشعرون ایان یبعثون یہ آیت دلیل ہے وفات مسیح پر۔

جواب: یہ آیت ''سورۂ نحل'' کی ہے جس کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے بناءعلیہ مراد من دون اللہ سے ''معبودات'' مکہ معظمہ کے مشرکین کے ہیں۔ یعنی اصنام اور بت نہ مسیح ابن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے۔ ''ابن عباس اموات'' کی تفسیر میں اصنام اموات فرماتے ہیں۔

سوال: عموم لفظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کا بنابراں مراد من دون اللہ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں گے بغیر تخصیص بتوں کے، تو مسیح ابن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔

جواب: ''معبودات باطلہ'' میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا، بلکہ ملائکہ جو منجملہ معبودات باطلہ ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے، تو بحکم آیات مذکورہ روح القدس بھی مرگیا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی مرزا پر؟ کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کے رنگ میں سمجھے جائیں۔ یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ ''بیضاوی'' اور ''ابن کثیر'' اور ''تفسیر کبیر'' اور ''کشاف او بواقی تفاسیر'' میں ہے۔ تو مسیح ابن مریم قبل از وقت معین زندہ رہے گا۔

مرزا کا سوال: ''خاتم النبیین'' ہونا حضرت ﷺ کی دلیل ہے وفات مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہو اور آخر زمان میں نزول فرمائے، تو آپ کے بعد بھی اور نبی آگیا۔ پس حضرت ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

جواب: بعد نزول در رنگ احادامت ہی اتریں گے۔ علم ازلی کا مسئلہ سنو علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے۔ من حیث المطابقة یعنی جس طرح معلومات۔ یعنی اشیاء موجودہ فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ ازل میں قبل از وجود ان کے ان کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کے ساتھ علی سبیل الاستمرار ہو تو اسی طرح اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے۔ مسیح ابن مریم کی بلکہ دیگر انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور میں پچھلے کے ہوتی ہے۔ لہٰذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا۔ ورنہ جہل لازم آئے گا۔ تحقیق اس آیت کی کہ جس پر مرزا نے بہت زور لگایا ہے۔ اور اس کی غلطی ہے اور بے علمی کا بیان۔ تا کہ مسلمان واقف ہوں۔

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اولاً معنی اس کا یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب جو موجود ہوگا وقت اترنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ضرور ایمان لائے گا۔ ساتھ واقفیت مضمون بالا کے قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، اور مضمون یہ ہے کہ اٹھایا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اور یہ کہ وہ نبی برحق اور پیغمبر صادق گزرے ہیں اپنے وقت میں۔ بخاری کی حدیث ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ یا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اتریں گے تم میں ابن مریم شریعت کے حاکم بن کر اور منصف ہو کر۔ اور خنزیر کو حلال جاننا اور پرستش صلیب کی، جو کہ یہ امور ان کے بعد شرع میں نصاریٰ نے داخل سمجھے تھے۔ ان کو یک لخت موقوف کر دیں گے''......الخ

پس اس عیسیٰ سے مراد وہی ابن مریم ہیں۔ جو صاحب انجیل ہوئے ہیں۔ کیونکہ استشہاد کے وقت حضرت ﷺ یا ابو ہریرہ اس حدیث کے بیان کے وقت ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اگر وہی عیسیٰ مراد نہ ہوں بلکہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا جیسا باطل گمان مرزا کا تھا تو آیت سے استشہاد کا کیا معنی ہے۔ افسوس! کہ مرزا اتنا ئیں مثیل عیسیٰ علیہ السلام اپنے گمان میں بن تو گیا مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور حلت خنزیر خوری اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام کرنا اور مال کی کثرت یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہ کرتا اور ایک سجدہ کا پیارا ہونا ساری دنیا سے ایک نے بھی نہ کیا۔ یہ نشانیاں ہیں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اور ان کے مثیل نے ایک نشانی بھی موجود نہ کی۔ اور ثانیاً عرض ہے کہ اگر مراد اس حدیث سے مرزا ہی ہوتا مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا تو مجلس کے لوگوں، صحابہ وغیرہ کو مرزا کے ہونے نہ ہونے میں تعجب ہی کیا تھا۔ جو حضرت محمد ﷺ قسم کھاتے اور لام تاکید اور نون ثقیلہ سے موکد فرما کر لیوشکن فرما کر لوگوں کا تردد رفع فرماتے۔ واضح ہو کہ معنی آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو نقل کیا گیا، ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی ایک روایت میں فرمایا ہے اور اسی معنی کو ''علامہ ابن کثیر'' نے اپنی تفسیر میں بشہادت سوق کلام یعنی چسپاں ہونے اس معنی کے اپنے ماقبل سے ترجیح دی ہے اور دوسرا معنی جو کہ ایک روایت میں اس طور پر آچکا ہے کہ ہر ایک اہل کتاب قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اوپر ایمان لائے گا۔ سو یہ فقط وجوہ آیت میں سے ایک وجہ ہے۔ وكون المعنى واقعيا على وجهه من وجوه الكلام لايستلزم ان يقوم هوالمراد من الكلام لان واقعية المضمون شيء آخر. وكونه مرادا شيء آخر فتامل لدقته۔

پہلی دلیل: رفع جسمی کی ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ بمنطوقہ دال ہے۔ نزول مسیح ابن مریم پر اور وہ مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

دوسری دلیل: رفع جسمی کی جب کہ پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میں یہود کے ہاتھ سے تم کو بچاؤں گا اور اس قول سے تسکین فرمائی۔ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾

پس بڑے تعجب کی بات ہے بچانے کا وعدہ فرما کر یہود کے ہاتھ میں گرفتار کر کے اور ان کے ہاتھ دے کر سولی پر چڑھا دینا۔ بعد اس کے زندہ اتارنا اور پھر اپنی موت سے اس کو مارنا۔ کیا یہی وعدہ الٰہیہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے؟ اور عیسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا کیا یہی مآل ہے جو کہ رات بھر رو رو کر کی تھیں۔

تیسری دلیل: رفع جسمی کی ﴿وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اخراج کیا فریابی اور سعید بن منصور ومسدد وعبد بن حمید وابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول مبارک میں ﴿وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ فرمایا خروج عیسٰی علیہ السلام قبل یوم القیامة. واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاهد رضی اللہ عنہ ﴿وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال آیة ﴿لِّلسَّاعَةِ﴾ خروج عیسٰی بن مریم قبل یوم القیامة. تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس سے چند طریق کے ساتھ اس مدعا کو روایت کر کے آخر کو کہا۔ عن ابی هریرة وابن عباس وابی العالیة وابی مالک وعکرمة والحسن وقتادة والضحاک وغیرهم وقد تواترت الاحادیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه اخبر بنزول عیسٰی علیہ السلام قبل یوم القیامة اما ما عادلا......الخ

پس ﴿اِنَّہٗ﴾ کی ضمیر بمناسبت سیاق اور اقوال صحابہ وتابعین قرآن شریف کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے۔ اور ایسا ہی غیر صحیح ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مرجع کرنا ضمیر کا۔ اس اعتبار سے کہ وہ زندہ کرنے والے مردوں کے ہیں۔ یا اور کسی حیثیت کی رو سے بلکہ ﴿اِنَّہٗ﴾

کی ضمیر کا مرجع نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جو کہ سیاقاً التزاماً مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُکَ مِنْہُ یَصِدُّوْنَ......الخ﴾ اس آیت میں ﴿مِنْہُ﴾ کی ضمیر اور ایسا ہی ام هو اور ان هو اور انعمنا علیه اور وجعلناه. یہ سب ضمائر راجع ہیں بطرف ابن مریم کے۔

دلیل ﴿وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ علامات قیامت کے یہ خبر بھی دی ہے کہ خارج ہوگا دجال ایک شخص معین یہود میں سے اور مسیح ابن مریم اس کو قتل کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ پس ہم مسلمانوں کو بموجب اس آیت مبارکہ کے رسول اللہ کے فرمان پر ایمان رکھنا چاہئے بے چوں وچرا کے۔ اور جب کہ رفع جسمی اور نزول مسیح علیہ السلام کا قرآن کریم اور احادیث متواترہ صحیحہ سے نہایت واضح طور پر ہو چکا۔ تو اب ہرگز اناجیل کی طرف متوجہ ہونا باعث دھوکا کھانے یہود اور نصاری کے اس مقام میں بوجہ القائے شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تو اتر ان کا قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ میں بھی قابل اعتبار کے نہ رہا۔ کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کا جو کہ ”اناجیل“ میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراء یہود۔ بایں قول کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ......الخ﴾ کہتے تھے۔ ان سب کی تکذیب باری تعالیٰ کے قول ﴿وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ﴾ اور ﴿وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾ سے ہو چکی۔ جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرما دیا تھا کہ ”اے برنبا چونکہ میرے حواری یعنی مددگار لوگ وغیرہ بوجہ محبت دنیاوی کے مجھے اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور یہ کسی کے لائق نہیں ہے“۔ پس پروردگار نے چاہا کہ بروز قیامت مجھ پر لوگوں کی ہنسی نہ ہو تو دنیا میں اللہ نے یہود کی تکلیف دہی اور ان کی بے عزتی کی موت سے مجھ کو بدنام کرنا

چاہا، لیکن غلطی تا بوقت تشریف لانے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہوگی۔ جب حضرت تشریف فرمائیں گے تو اس غلطی قتل اور صلب کو رفع فرمائیں گے۔ استدل الكاديانى على موت عيسىٰ علیہ السلام بقوله تعالىٰ ﴿وما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم على اعقابكم﴾ بان خلت بمعنى ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق. فلذا فرع عليه افائن مات ......الخ اذ لولم يكن الخلو بمعنى الموت اولم تكن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفريع اذ صحته موقوفة على اندراج نبينا ﷺ فى لفظ الرسل المذكور قطعا. وذالك بالاستغراق. وكذا صحة موقوفة على كون الخلو بمعنى الموت اذ على تقدير التغائر وعموم الخلو من الموت يلزم تفريع الاخص على الاعم مع ان التفريع يتعقب استلزام مايتفرع عليه المتفرع. ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص. فالتفريع الواقع فى قوله تعالى يستدعى تحقيق كلا الامرين من كون الخلو بمعنى الموت. ومن كون الجمع مستغرقا وبعد كلتا المقدمتين يقال ان المسيح رسول وكل رسول مات وينتج هذا القياس المؤلف من المقدمتين القطعيتين ان المسيح مات. وهو المطلوب والدليل على الصغرىٰ قوله تعالىٰ ورسولا الى بنى اسرائيل. وقوله ماالمسيح ابن مريم الارسول. وامثاهما من الايات وتسليم جميع الفرق الاسلامية برسالته عليه السلام. والدليل على الكبرى المقدمتان الممهد تان المذكورتان لانه متى كان الخلو بمعنى الموت. وقد اشد الى الرسل وثبت كونه جمعا. فيندرج فيه المسيح علیہ السلام قطعا. فيلزم ثبوت الموت له فى ضمن الكبرىٰ

فثبت مانحن بصدده۔

فاری ترجمہ: ونيست حضرت محمد ﷺ مگر فرستاده پروردگار به تحقيق گذشته انداز قبل آنحضرت ﷺ انبیاء علیهم السلام پیشینیا ن آیا. پس اگر آنحضرت بمیرند یا قتل کرده شوند شما بازروید. بر پائے خود از دین مسلمانی وما از جانب مرزا تقریر واصلاح تقریر بایں طور میکنیم که قوله خلت بمعنی ماتت ولفظ الرسل جمع ست بالام استغراقی معرفه است. بنابرین "افان مات" برو متفرع گشت زیرا که اگر نباشد خلو بمعنی موت یا الرسل جمع مستغرق نباشد متفرع بودن "افان مات" درست نگردد. زیرا که صحت ایں تفریع موقوف است برداخل بودن نبی ﷺ در لفظ الرسل. وایں ادخال وقتے باشد که ال استغراقی باشد ونیز صحت ایں تفریع موقوف ست بر بودن خلو بمعنی موت زیرا که اگر درمیان موت وخلو تغائر باشد وخلورا از موت عام گیریم لازم آید. تفریع اخص براعم. حالانکه تفریع وقتے درست باشد که متفرع علیه را متفرع لازم باشد وظاهر ست عدم استلزام اعم للاخص. پس وجود تفریع در آیت کریمه مقتضی تحقیق دو امرست یك خلو بمعنی موت دوم بودن الرسل. جمع مستغرق ازیں هر دو مقدمتین یك را صغریٰ برائے شکل اول. دوم را کبریٰ برائے آں بکنیم وشکل اینست عیسیٰ علیہ السلام بے شك رسول ست. وهر رسول مرده است وازیں قیاس مرکب از دو مقدمه قطعیه

این نتیجه بر آمد که تحقیق عیسیٰ علیه السلام مرده است. وهمیں مطلوب بود. ودلیل بر اثبات صغری این که فرموده باری تعالی در حق عیسیٰ علیه السلام در قرآن ورسولا الا بنی اسرائیل وقوله تعالیٰ ﴿ما المسیح ابن مریم الارسول﴾ والمثال این دو آیت دیگر آیت نیز هستند و رسول بودن حضرت عیسیٰ علیه السلام از اجماع امت ثابت ست. ودلیل بر اثبات کبریٰ آں دو مقدمه اند که اصلاح وتمهید ایشان اولا کرده شده زیرا که چوں خلو بمعنی موت شد و نسبت اوبطرف الرسل کرده شدو آں جمع است. پس مندرج میشود. در لفظ الرسل مسیح علیه السلام قطعا. پس لازم شد ثبوت موت برائے عیسیٰ علیه السلام در ضمن کبریٰ پس مطلب قادیانیاں ثابت شد و اگر چه ایشاں را طریقهٔ استدلال معلوم نبود اماما استحسانا وتبرعا حتی الوسع از طرف ایشان تقریر علمی مهذب بیان نمودیم واکنوں. جواب اوبریں طور مید هیم.

فاقول فی الجواب المختصر بعون الله تعالیٰ وتوفیقه ان الخلو فی قوله تعالیٰ قدخلت عام لکل مضیٰ من الدنیا. اما بالموت اوبغیر الموت فصح التفریع وان لم یمت عیسیٰ علیه السلام وهذا ظاهر جدا وهذا الجواب وان کان مختصرا ولکنه فیه کفایة لذوی الدرایة.

ثم اقول مفصلا ومطولا ومذیلا این هر دو مقدمه که برائے کبریٰ دلیل آورده شدند مسلم نیستند– استحاله عدم صحت تفریع دریں صورت که هر دو مقدمه مذکوره یا فقط یك مقدمه مفقود باشد نیز

مسلم نے ونیز ما این استدلال را بایں طور مخدوش میکنیم که این استحاله مطلقا لازم آید سلمت المقدمتان کلتاهما اومنعتا وسند المنع الاول ان لفظ الخلو الماخوذ من قوله تعالیٰ ﴿قَدْ خَلَتْ ......الخ﴾ لیس بمعنی الموت لیفرح المستدل والا لیقع التعارض الحقیقی فی کلام الله تعالیٰ وهو یدل علی عجز الشارع وانه محال فی جنابه تعالیٰ فمستلزم المحال محال وصورته ان الایة الکریمة ﴿سُنَّةَ اللهِ الَّتِیْ قَدْخَلَتْ﴾ معناه علی زعم المستدل سنة لاوقد ماتت وتوفت والآیة الکریمة ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِیْلًا﴾ فان معناه ان السنة الالهیة والطریقة السبحانیة الربانیة لایتغیر من حال الی حال وبین مفادیهما کما تری بل معناه المضی لشئ کما جآت به اللغة وما فسر احد من اصحاب اللغة لفظ قدخلت بمعنی ماتت وتوفت ای بمعنی الموت فعلم ان حقیقة الخلو باعتبار اللغة المضی فقط کما ارشد الله تعالیٰ فی القرآن العظیم فی المنافقین ﴿وَاِذَاخَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ......الخ﴾ ﴿وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ﴾ وظاهر ان المراد منه فی هاتین الکریمتین لیس معنی الموت وکذا لفظ الخلو فی قوله تعالیٰ ﴿وَقَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ سُنَنٌ﴾ وفی قوله تعالیٰ ﴿کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ﴾ ولا یخفی ان المراد من خلو السنن والایام لیس معنی الموت بل المراد مضیها وهذا معنی یقع صفة الزمان اولا وبالذات یقال قرون خالیة وسنون ماضیة ویقع صفة الزمانیات ثانیا وبالعرض ای توصف الاشیاء التی فی الزمان بالمضی بعلاقة الظرفیة

والمظروفية. وايضا قال الله تعالى ﴿وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ﴾ (پاره۴، رکوع۳) وايضا. قال الله تعالى ﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ فمعنى الخلوفى هاتين الايتين المضى مطلقا لاالموت۱۲ فمعنى الاية ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اى مضت الرسل من قبل محمد ﷺ سواء كانوا امواتا كآدم ونوح وابراهيم وموسىٰ عليهم الصلوة والسلام اولا كادريس وخضر والياس عليهم السلام. فعلىٰ هذا التحقيق مابقى تمسك للمستدل والحمد لولى الحمد ايضاً.

اگر معنی خلوموت گرفته شود چنانکه قادیانی میگوید. پس این خرابی هم لازم آید که تعریف شے باخص و اخفی باشد زیرا که هر گاه فی الواقع نزد اهل لغت معنی خلوگزشتن ورفتن است. پس موت يك قسم ازاں معنی باشد چراکه گذشتن صادق می آید بر هر يك قسم از اقسام انتقال مكانى اگر از بلندى به پستى رودآں انتقال موسوم به خفض است وبرعکس آں رفع ست یا از قدام بطرف خلف وبرعکس آں یا ازیمیں بطرف شمال و برعکس. وهر قسم موت را شامل ست موت بقتل باشد یابلا قتل. پس ما اگرچه الرسل راجمع مستغرق تسلیم بکنیم هم موت مسیح لازم نمی آید زیرا که خلوو گزشتن که عام چیزاست اگر چه برائے هر فرد نوع رسول ثابت ست. اما مستلزم این امرنیست که هرقسم این عام برائے هر فرد نوع رسول ثابت گردد.

والتمسلک على تقدير تفسير الخلو بالموت دون المضى بلزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم كما تقدم مزيف بان المتفرع بها فى الحقيقة انما هواستبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسول ﷺ من بين اظهر القوم بعد اداء رسالته وتبليغ الاحكام الآلهية فكان تقدير الكلام ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ﴾ اى مضت من قبله الرسل فهل يجوز لكم الارتداد بعد ما اقام لكم الدين المتين ان نقل بالرفع كما رفع عيسىٰ عليه السلام او ادريس او بالموت كما حكمنا به فى سابق علمنا اوبالقتل كما صاح به الشيطان واستقرفى قلوبكم والتصريح. بالثانى موافقته للواقع ومطابقته لتقدير الله تعالىٰ وذكر. الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير مراعاة لزعمهم وتوسيعا لنفى جواز الارتداد وعلى كلا الشقين وان كان هذا الثالث مزعوما محضا وجهلا مركبا الا انه لما كان قوى الاحتمال وكثر وقوعه بين الانبياء السابقين كما دل عليه قوله تعالىٰ عزوجل ﴿وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدرا مراد الانتفاء ما يوجب ذكره من الموجبات المذكورة بظهور عدم توافقه القضاء والواقع والعدم استقراره فى قلوبهم وشذوذ تقدمه. فظهر ان المتفرع فى الحقيقة هونفى جواز الارتداد على تقديراحد الشقوق الثلاثة المصدرة وذالک الامر الدائر بين الثلاثه مساو للخلو بمعنى المضى فلايلزم تفريع الاخص على الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقى مرادا من لفظ الخلو

بل يلزم تفريع احد المتساويين على الآخرو ذا جائز كما يقال رايت زيدا انه جسم نام حساس متحرك بالارادة مدرك للكلى والجزئى فيفرع على هذا المفصل انه انسان والارتياب فى تساوى هذا المجمل وذالك المفصل وفى صحته وتفريع احدهما على الاخر والامران اللذان حكمنا بمساواتهما.وكون احد هما متفرعا والاخر متفرعا عليه. هو ثبوت خلوكل رسول ونفى جواز الارتداد على تقدير تحقيق واحد من الشقوق فان النسب انما يقتضى المفهومين مطلقاً اعم من ان يكونا وجود يين او سلبيين اويكون احدهما وجوديا ولآخر سلبيا ولا يلزم توافقهما فى الثبوت اوالعدم والدليل على لزوم ذالك النفى للخلوان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقا وتعيين الطريقة الموصلة الى الله تعالى لاالتشريع الى زمان وجودالرسول بين اظهر قومه والايلزم ان لايخلو زمان من الرسل وذاباطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فرض ارادة معنى المضى من لفظ الخلومن قوله﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ هذا.

السوال: لما رحل رسول الله ﷺ من دار الدنيا وشرف دار الاخرة وشاع هذه السانحة فى المدينة المنورة طاف عمر ؓ فى السكك وجعل يقول ما مات رسول الله ﷺ ولايموت ومن قال ان محمدا ﷺ قد مات ......الخ الحديث كما فى المشكوة وغيرها من الصحاح. وانكر اشد الانكار فاستدل ابوبكرصديق ؓ على موت رسول الله ﷺ بهذه الاية

الكريمة﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل......الخ﴾

الجواب:ليس موضع استشهاد الصديق ؓ فى هذه الاية قوله تعالىٰ ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ بل قوله تعالىٰ ﴿اَفَإِنْ مَّاتَ﴾ لان كلمة "ان"باعتبار اصل الوضع لايدخل الاعلى الامورالتى يمكن تقررها ويجوز وجودها لاالامور التى تابى عن التكون والتقرر كما هو واضح على من طالع بحث معانى الحروف فاذا ثبت جواز ورود الموت على رسول الله ﷺ انتفى نقيضه وهو امتناع تقرر الموت ولما قلنا من موضع استشهاد ابى بكر ؓ الصديق بكلمة ﴿اَفَإِنْ مَّاتَ﴾ يؤيد ان الصديق حين الاستدلال بموته ﷺ تلا قوله تعالىٰ عزوجل ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾

واما تمسكهم بالمقدمة السائرة على السنتهم ان كل جمع معرف باللام يستغرق الافراد باسرها ايضا باطل لان لفظ الملائكة فى قوله تعالىٰ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾لوكان حاويا للافراد كلها بحسب القاعدة فكان ذكر كلهم اجمعون.مستدركا كا وكذا لفظ الملائكة فى الاية الكريمة﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ الاية﴾ ﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ الاية﴾ ليس بمستغرق الافراد كلها بل المراد منه بعض الملائكة واذا انتقضت كلية الكبرىٰ بنقض هذه المواضع انتقض القياس فلا ينتج بموت المسيح لانتفاء المشروط بدون الشرط هذا.

ثم قولنا بان استحالة عدم صحة التفريع على تقديرعدم



الاستغراق غير وارد فى الحقيقة لان المقصود من الكريمة فى قوله تعالىٰ ﴿وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قدخلت من قبله الرسل﴾ان محمدﷺليس الابشراً وجنس الرسل قدخلا ومن المعلوم ان ماثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الى ذاته وماهيته يمكن ان يثبت لسائر افراده بل لايتخلف اقتضاء الذات من الذاتيات. فالثابت للبعض بالنظر الى ماهيته كما يستلزم امكان الثبوت لذالک البعض يستلزم امكانه لباقى الافراد فهذه المهملة.

اعنى ﴿قدخلت من قبله الرسل﴾وان كانت بالنظر الى الفعل والاطلاق بمنزلته الجزئية غير صالحة لكبروية الشكل الاول الا انها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية ما ينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان. بان يقال المسيح رسول وجنس الرسول قدخلا بالفعل والاطلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا كل رسول خال وميت بالامكان فهذا القول اللازم يجعل كبرىٰ منضمة الى صغرىٰ فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية والاالمحذور الشرعى من ثبوت موته عليه السلام فى الزمان الماضى لكونه مخالفا لظاهر القرآن والاحاديث واجماع الامة. وهذا مع منع كون لفظ الرسل جمعا مستغرقا فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع احدى المقدمتين فقط.فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعهما معا اظهر وابهر وهذا ظاهر لمن له ادنى دراية

وگرآں ہر دو مقدمہ قادیانی بطور تنزل تسلیم بکنیم اول مقدمہ ایں کہ بودن الف ولام در لفظ الرسل استغراقی. دوم مقدمہ ایں

کہ لفظ خلورا بمعنی موت بگریم برایں تقدیر نیز الزام عدم صحت تفریع نمیرود. چنانکہ بر تقدیر عدم زیرا کہ لفظ الرسل بصورت گرفتن اوجمع مستغرق وخلو بمعنی موت رسول اکرم ﷺ راشامل نمی باشد بوجہ ایں کہ در آیت﴿قد خلت من قبلہ الرسل﴾خلوومضی انبیاء پیشینیاں علیہم السلام قبل ازرسول اکرمﷺ بیان کردہ شد کہ ایشاں علیہم السلام موصوف بہ سبقت مضی از رسول ﷺاند ورسول اکرمﷺ موصوف بتاخر اند وظاہر کہ ایں سبقت دیگر انبیاء علیہم السلام از رسول اللہ ﷺ وتاخر رسول اللہﷺ از ایشاں ایں ہر دو زمانی اند کہ متقدم بامتاخرجمع نمی شود وکذا عکس آں پس سرورعالم ﷺ بوصف خلوموصوف نشدند بوقت نزول آیت کریمہ والا يلزم تقدم الشى على نفسه للزوم قوله تعالىٰ ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ الاخبار بقبلية الشئ على نفسه ومع عدم اتصافه ﷺ بوصف الخلو مع الرسل واتصاف سائر الرسل به كان من شانه يمكن له ان يخلو فى الاتى كما خلوا فاذا تقرر كونهﷺ فاقد الوصف الخلوحين خلت الرسل لم يندرج فى تلک الرسل الخالية حينئذو يلزم على عدم اندراجه ﷺ فيهم عليهم السلام بالنظر الى ذالک الوصف عدم صحة التفريع بحسب الظاهر فلايتعدى الحكم منهم اليه صلى الله عليهم اجمعين ـلان التعدى فرع الاندراج وعدم المتفرع عليه يوجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلوبالموت ولا ادعاء الاستغراق والله يهدى من يشاء الى

صراط مستقیم.

الحال ظاهرکرده میشود که هر جوابے که ازیں الزام قادیانی مارا دهد همان جواب از طرف ماباشد وباز مارا فضیلت حاصل ست زیرا که ماسوائے ایں دیگر جواب نیز داده ایم کما ظهر مما سبق وجواب ماقادیانی را نافع نیست بوجه ایں که جواب ما برچناں امر دلالت میکند که مدعا ونقیض مدعائے قادیانی را شامل ست وامکان چیزے. چنانکه وجود آں شے رامقارن باشد همچناں عدم آں شے رانیز وثبوت الاعم من المطلوب غیر نافع للمعلل وان نفع المانع **السائل ومن خفی علیه هذا فهو الجاهل بل الاجهل**

ثم اقول (وبه نستعین) اگر تسلیم کنیم که آیت﴿قد خلت من قبله الرسل﴾دلالت میکند برموت همه انبیاء علیهم السلام سوائے سرور عالمﷺ پس دیگرآیت کریمه﴿ماالمسیح بن مریم الارسولۚ قد خلت من قبله الرسل﴾دلالت میکند که سوائے حضرت عیسیٰؑ همه پیغمبراں مرده اند وقت نزول آیت حتی که رسول اکرمﷺ نیز بوجه ایں که الرسل مستغرق جمیع افراد گرفته شد بر رائے قادیانی وایں صریح کذب ست زیرا که نزول ایں آیه کریمه وقت حیات رسول اللهﷺ شده **فکون الالف واللام للاستغراق یستلزم المحال فیکون محالا لان مایلزم منه المحال محال البتة فاذا لم یثبت اندراج المسیحؑ تحت الاکبر الموقوف علی تسلیم الاستغراق المستلزم للمحذور**

المذکور والمحال الشرعی الغیر الواقع لم تصدق النتیجة فی استدلالهم العاطل اللاطائل ولما بطل کون ال للاستغراق والشمول والاحاطة لجمیع افراد الرسل بماحررنا ثبت ان ال للجنس یعنی جنس رسولﷺ از قبل رسول اکرمﷺ مرده اند. اگرچه مسیح تا حال نمرده. اما بمثل جنس خود بوقت اختتام عمر خود خواهد مرد بالجمله از آیت﴿ماالمسیح ابن مریم الارسول قد خلت من قبله الرسل﴾بوجه گرفتن "الف ولام" جنس حیات مسیحؑ ثابت شد همچنیں از آیت ثانیه۔﴿وما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل﴾سوائے ثبوت رسول اکرمﷺ حیات عیسیٰؑ نیز ثابت شد زیرا که جنس بر قلیل وکثیر هر دو صادق می آید چه ضرورت که در آیت ثانیه عیسیٰؑ را داخل کرده حکم موت دهیم.

فان قیل ماالمانع من اخذ الایة الاولی دالة علی حیات عیسیٰؑ والثانیة دالة علی موته مع انه یمکن ان یشمله ال جنسا.

اقول:نصب القادیانی نفسه مقام المستدل ولا ینفع المستدل احتمال بل للمستدل اللزوم والوثوق علیٰ ان اثبات الحکم من القرآن من عند نفسه بدون التصریح فی التفسیر قول بالرأی والقول بالرأی فی القرآن ضلالة لورود النص فی ذالک.

ثم اقول عنه عن اصل استدلال القادیانی بان کون عیسیٰؑ مستثنی لایخل فی اثبات المدعی لان مزعوم المخاطب فی واقعته احد

وحادثة موت النبى ﷺ كان براء ة النبى من عروض الموت. اى كان مزعوم المخاطب لاشئ من الرسل بهالک سابقة كلية ولدفعه يكفى موجبة جزئية. لانها صريح نقيض لها ومنه اظهار ان الرسالة ليست بمنافية للموت فصورة الاستدلال هكذا الموت ليس بمناف للرسالة. لانه لوكان منا فيا لما توفى احد من الرسل لكنه مات عدة من الرسل قبله ﷺ......الخ والمقصود الاصلى من الكلام ابطال مزعوم المخاطبين باثبات نقيض مزعومهم. فانهم كانوا يزعمون رسول الله ﷺ بريئا من الموت بسبب الرسالة ففى ترديده. قال﴿وما محمد الا رسول﴾ يعنى ان محمدا ﷺ ليس ببرئ من الموت نعم انه رسول وللرسالة ليست بمنافية للموت لانها لوكانت منافية له لما مات احد من الرسل ولاكن قد خلت من قبله الرسل وبهذا ظهر ان قد خلت من قبله الرسل مقدمة استثنائية للقياس الاستثنائى لاالكبرىٰ للشكل الاول لانه مع قطع النظر عن تركيب الشكل الاول لايصح المضمون. فان مراد ابى بكرن الصديق على هذا التقدير يكون هكذا محمد ﷺ مات بالفعل لانه رسول وكل رسول من قبله مات وظاهر ان موت كل رسول لايقتضى موت محمد ﷺ بالفعل لوجود هذا المقتضى من ابتداء الولادة الشريفة فكان ينبغى ان يتحقق الوفاة من قبل وثم اعلم انما قلنا(عدة من الرسل) لان آية﴿بل رفعه الله اليه﴾ مخصصة لعمومها. هذا.

ثم استدلال القاديانى على موت عيسىٰ عليه السلام بقوله تعالىٰ ﴿يٰعيسىٰ انى متوفيک ورافعک الى﴾وقوله تبارک وتعالىٰ ﴿فلما

توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم﴾ وبقوله تعالى﴿وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه﴾ وبقوله تعالى ﴿وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته﴾

الجواب:والله الموفق للصدق والصواب اقول هذا البحث يستدعى بسطاووسعاًلاتحتمله هذه الرساله العجالة اما بحكم مالا يدرک كله لايترک كله فلذاكتبت الجوابين احد هما مختصرا. وثانيهما مفصلا بحسب اقتضاء الوقت ان التوفى الماخوذ من الآيتين الاولين بمعنى القبض وانه عام لكل قبض وان كان مع الجسد ثم لادلالة فى الواو على الترتيب ويقع الموت اجماعا بعد النزول وهكذا الرفع عام لما هو بالجسد كما سيأتى عليک فى الجواب المفصل ويزيل اشتباهک فى العاجل والآجل فانتظره والآية الرابعة يحتمل عود الضمير فى موته الى عيسىٰ عليه السلام وانت تعلم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فمابقى للمستدل الاورطة الجهل والضلال.

ثم اقول مفصلا مستفيضا من الالهام الصحيح ان التوفى عبارة ان اخذ الشئ وافيا وماخذه ومادتها الوفاء من الاصول المقررة عند القوم ان اصل الماخذ بمفهومه معتبر فى جميع تصاريفه. وان اختلفت الصيغ والابواب كاعتبار الجزء فى الكل الاترى الى لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عند العقل اوالاضافة بين العالم والمعلوم اونسبته ذات اضافة كذائيه او الصورة الحاصلة اوالحالة الادراكية اوتحصيل صورة الشئ على حسب تنوع. آرائهم وهذا المعنى يكون داخلا فى معانى جميع ما اخذ من لفظ العلم سواء كان ذالک المأخوذ من تصريفات المجرد

او المزيد فان علم مثلا بصيغة الماضى المعلوم معناه انه حصلت للفاعل صورة الشئ المعلوم فى الزمان الماضى وهذا على الاصطلاح الاول اوحصلت له الاضافة بينه وبين ماعلمه وهذا على التفسير الثانى وقس على ما مثلناک به باقى الاصطلاحات فباشتمال مفهوم علم الماضى على المفهوم المصدر ونسبته الى الفاعل والزمان يكون مفهومه كلا ومفهوم المصدر جزء ففيه التركيب من ثلثة اجزاء وكون النسبة الى الفاعل والزمان جزئين عام فى جميع ماشتق من المصدرالمجرد او اشتق من الماخوذ من ذلک المجرد من الافعال ولا يلزم ان يكون كل ماشتق من ذالک المجرد اوما اخذ منه اواشتق من الماخوذ منه سواء كان فعلا اوغيره ككـ فان من مشتقات العلم العالم والنسبة الى الزمان لا توجد فيه ومن الماخوذ منه الاعلام وكلتا النسبتين لاتوجد ان فيه لانسبة الفاعل ولانسبة الزمان بل فيه مفهوم الاصل المجرد.وما اقتضاه خصوص هذا الباب الذى بذاک تعدى الان الى ما لم يتعد اليه فى صورته الاصلية لمادته ففيهما التركيب من جزئين ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصيغة الماضى مثلا ففيه يكون التركيب موجوداً من اجزاء اربعة اولها العلم اى المصدر المجرد.وثانيها ما هومقتضى باب الافعال. وثالثها النسبة الى الفاعل اى العالم. ورابعها الزمان واذا حويت مادريت من هذه المذكورات فلامفرلک من الايمان على ان الوفاء داخل فى مفهوم التوفى لكونه ماخوذا منه وان اقتضاء "باب التفعل" وهو الاخذ ايضاً معتبر

فيه فالكلمات التى توخذ من التوفى لها اشتمال على اربعة اشياء لدلالتها على الزمان كلفظ توفيت والالفاظ التى لاتدل على الزمان فالتركيب فيها من ثلثة اجزاء كلفظ متوفى ولا يقال ان متوفى صيغة اسم الفاعل. وكل صيغة اسم الفاعل لابد فى معناه من الزمان لانا نقول بعدم تسليم كلية الكبرى لعدم الزمان فى اسم الفاعل الغير العامل اى لابد من الزمان لاسم الفاعل الذى هو عامل لامطلقا ولفظ متوفى ليس هنا بعامل لايقال انه عامل هنا لان الكاف فى متوفيک مفعول لمتوفى لانا نقول ليس بمفعول بل هو مجرور محلا لاضافة المتوفى اليه كما لايخفى فان قلت المضاف عامل والكاف معمول قلت نعم. اما مرادنا ليس ان كل عامل سواء كان يعمل بالاضافة اوغيرها لابد فيه من الزمان بل المراد العامل الذى هوغير المضاف. واما العامل المضاف كالمتوفى ههنا فلا يتضمن زمانا كما نص عليه النحاة فى اسفارهم وبالجمله فالصيغ الماخوذة من المصدر لابد ان تكون مشتملة على اصل المصدر سواء كان تركيب معناها من تلک الاجزاء تركيا حقيقيا كما هوالمشهور اوتركيا تحليليا. كما هو الحق الابلج فمعنى الشمول ان اعتبار الجزء الاعتبارى من هذا لكل الاعتبارى جائز. فاذن المعنى الذى يقصد من لفظ التوفى او مما اشتق منه فهوعلى تقدير كونه مجردا عن معنى "الوفاء" لايكون معنى حقيقيا للفظ التوفى او المشتق منه لان التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن كله والايلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء اوتحقق ماهو فى حكم الكل مع

انتفاء ماهو فی حکم جزئه وذا باطل بالبداهة فاذا لم یکن ذالک المعنی المراد معنی حقیقیا لذلک اللفظ لابد ان یکون معنی مجازیا اذ اللفظ المستعمل فی المعنی لایخلوعن الحقیقة والمجاز ولا یختص ذالک الحکم بارتفاع مفهوم الماخذ. فحسب بل یحکم بالمجازیة فی کل صیغة بانتفاء کل جزء ای جزء کان من الاجزاء المعتبرة فی تلک الصیغة سواء کان دخول ذالک الجزء فیها بالوضع الشخصی اوبالوضع النوعی یمثل الاول باللبنات فی الجدران. والثانی بدخول جزء المشتق فی المشتق.فان وضع المشتقات وضع نوعی کما یقال کل لفظ علی وزن مفعول فهو یدل علی من وقع علیه الفعل. فاذالم یکن بد لکون المعنی معنی حقیقیا حال کونه مرکبا من تحقیق کل جزء من اجزائه ویکفی فی ارتفاعه وتحقق المعنی المجازی انتفاء واحد من تلک الاجزاء لانه کما ینتفی الکل بانتفاء جمیع الاجزاء ینتفی بواحد منها فالآن مامر من البحث الشریف والتحقیق. الحقیق یدل دلالة واضحة علی ان معنی المتوفی هو الآخذ بالوفاء والتمام وذالک معناه الحقیقی لتحقق جمیع مالا بد منه للمعنی الحقیقی بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الی الفاعل ففی قوله تعالیٰ خطابا یعیسیٰ ابن مریم علیه السلام یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک یکون معناه علی الحقیقة ان یا عیسیٰ انی اخذک بالکلیة والتمام . ترجمہ یوں ہے کہ ”تو فی“ کا معنی لغۃً کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اوراسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں)وفا ہے۔قاعدہ مقررہ

مسلمہ ہے۔کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔گوان کی صورتیں اور صیغہ مختلف ہوں ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے۔جیسے کہ جزء کل میں داخل ہوتی ہے۔

دیکھو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عند العقل شی کی صورت کا حاصل ہونا یا عالم ومعلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے۔یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے۔یا شئے کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) گوکسی معنی سے اس کو لو وہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً علم (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اسکا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے، کہ فلانے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گذشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلانے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالمیة معلومیة) حاصل ہوگئی ہے۔اسی طرح پر اوروں میں جاری کرو ہر ایک میں وہی پائیں گے۔جو ہم بیان کر آئے ہیں۔پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزوں سے ترکیب ہوگی۔ایک مصدر، دوم زمانہ۔سوم فاعل کی نسبت لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جزئیں۔”ایک نسبت دوم زمانہ یہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو۔یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہو۔ماخوذ ہو۔متحقق ہوں گے البتہ یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جائے نہیں بلکہ افعال میں۔نہ غیر میں۔دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے۔مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب۔ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخوذ یعنی علم اس میں موجود ہے۔ایسا ہی اعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے۔اور نہ زمانہ کی جانب ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔نیز اس میں باب

افعال کا مقتضاء جس لئے یہ متعدی ہوا۔ (حالانکہ اس کے ماخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے۔لہٰذا اس میں دو جزء متحقق ہیں۔اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے''اعلم بصیغہ ماضی معلوم مشتق ہے اس لئے اس میں چار جز ہیں۔ایک علم جو''مصدر ہے''۔دوم باب افعال کا مقتضاء۔

سوم فاعل کی طرف نسبت چہارم زمان جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا۔کہ باب تفعل کا مقتضا جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔پس جو الفاظ''توفی'' سے ماخوذ ہیں۔بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔چار چیزوں پر شامل ہوں گے یعنی کہ توفیت پورا لے لیا میں نے اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ان کی تین جزیں ہوں گی۔دیکھو متوفی[1] اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔مختصراً یہ کہ جو صیغہ کسی مصدر سے لیا گیا ہو۔اسمیں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔گو اس ترکیب کو حقیقی یا اعتباری۔ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تحلیلی کہیں گے حق بھی یہی ہے حق بھی یہی ہے۔تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزء اعتباری کا کل سے اعتبار کر لینا چاہئے ہے۔پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لے جائیں گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔اس واسطے کہ موضوع لہ کے بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں، تو باوجود انتفاء جزء کے کل کا تحقق چاہیے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آئے گا کہ جو حکماً کل ہے۔وہ حکمی جز کے بغیر متحقق ہو۔حالانکہ یہ باطل ہے اس لئے ثابت ہوا کہ وہ مجازی معنی ہوگا۔آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقۃً یا مجازاً ہوتا ہے۔لیکن یہ خیال نہ

[1] شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقعہ پر ہے کہ جب عامل ہو نہ مطلقاً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت انی متوفیک میں جو متوفی ہے اسمیں زمانہ معتبر ہے۔کیونکہ یہ یہاں پر عامل نہیں اس لئے کہ''متوفی'' کاف خطاب کی طرف مضاف ہے اور کاف محلاً مجرور ہے۔نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے۔

کرنا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا۔تب ہی مجازی ہوگا۔نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔جب کہ اس کا انتفاء مان لیں گے۔وہ مجازی ہی ہوگا۔خواہ اس جز کا دخول وضع شخصی یا وضع نوعی کے ذریعہ سے ہو۔پہلے[1] کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا دوسرے کی مثال''مشتق'' کی جز و کا اس میں داخل ہونا۔کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔لہٰذا حقیقی معنی جب کہ مرکب ہو۔وہ تا وقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہولیں حقیقی نہیں کہلائے گا۔اس کے مرتفع ہو جانے مجازی بننے کیلئے ایک جز و کا بھی انتفاء کافی ہے کیونکہ کل کا انتفاء جیسے کہ تمام اجزاء کے منتفی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے''۔ویسے ہی اس کا انتفا کسی ایک جز و کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے لاغیر بھی متوفی کا حقیقی معنی ہے۔کیوں نہ ہو۔کہ جس کی حقیقی ہونے کو ضرورت ہے۔وہ پایا گیا ہے۔وہ یہ ہیں۔ایک وفا، دوم لے لینا، سوم فاعل کی طرف نسبت۔پس آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرا متوفی اور اپنی طرف تیرا اٹھا لے جانے والا ہوں''۔یا کہ اے مسیح میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔

[1] وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا شی کو کسی مفہوم کے واسطے معین کر دینا رہا یہ کہ شخصی کیا ہے اور نوعی کیا، سو وضع ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع لہ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ زید کا لفظ ذات زید کیلئے موضوع ہے اب اس میں وضع اور موضوع لہ بھی خاص ہیں۔پس یہ وضع شخص ہوا یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا بھی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو' کیونکہ وہ دیوار میں جزء کی طرح داخل ہے۔اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے وضع نوعی وہ ہے جو حضرت مصنف علام نے خود بالتصریح فرما دیا ہے غرض کہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں اسی طریق پر جب وضع ہو۔تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔۱۲ مترجم

وكذا المراد فى قوله تعالىٰ حكاية عنه فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم هو الاخذ بالتمام.

وذا لايوجد الا فى الرفع الجسدى لانحصار الاخذ بتمامه فى هذا الرفع دون الرفع الروحى لانه اخذه ببعضه دون كله فاطلاق التوفى مع كونه محمولاً على الحقيقة على الرفع الروحى غيرجائز نعم لو اريد بالتوفى اخذ الشئ مجردًا عن معنى "الوفاء والتمام" بان يكون عدم الوفاء ماخوذا فيه او بان لايكون الوفاء معتبراً فيه سواء قارنه اولم يقارنه واعتبارعدم الوفاء يغائرعدم اعتبارالوفاء فحينئذ يصح اطلاقه على الرفع الروحى لكن على الاول يكون اطلاقه عليه من قبيل اطلاق الكل على الجزء وعلى الثانى من قبيل عموم المجاز.

ترجمہ: ایسا ہی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ......الخ سے بھی پورا اور تمام لے لینا مراد ہے لیکن مسیح علیہ السلام پر جو پورا اور تماماً مقبوض ہونا صادق آتا ہے تب ہی ہے کہ وہ بجسدہ اٹھائے گئے ہوں نہ اگر ان کی روح ہی صرف اٹھالی گئی ہو اس لئے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک حصہ پر قبضہ ہوا۔ پھر باایں ہمہ اگر کہو گے توفی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو بیہ نا جائز ہے۔ ہاں اگر یوں کہہ دیں کہ توفی کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ وفا سے مجرد ہے۔ خواہ یوں کہ وفا کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا یا وفا اس میں معتبر نہیں پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہوتا ہو وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بنا برآں توفی کا اطلاق رفع روحی پر صحیح ہوگا مگر پہلی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا۔[1]

[1] عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو۔ جیسا کہ حضرت مصنف تقدس مآب مدظلہم نے فرمایا کہ "اس کو وفا مقارن ہو یا نہ"۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا۔ وہ حقیقی اور جہاں مقارن نہیں ہوگا وہ مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔ ۱۲ مترجم

والفرق بين اعتبار عدم الشىء وبين عدم اعتبار ذالک الشئ انما هو بالخصوص والعموم وكل من هذين الاطلاقين اطلاق مجازى لايصار عليه الا بقرينة صارفة عن ارادة معناه الحقيقى الاصلى والقرينة غيرموجودة فلابد من ان يحمل على الحقيقة دون المجاز. ومن المعلوم ان مداركون اللفظ حقيقة ومجازًا انما هوالوضع مطلقا اعم من ان يكون الوضع وضعاً نوعيا. فان استعمل اللفظ فى المعنى الموضوع له الشخصى اوالنوعى كان حقيقة والاكان مجازًا والمشتقات لتركبها من مادة وهيئة موضوعتين اولهما بالوضع الشخصى وثانيتهما بالوضع النوعى تكون دلالتها على

رہی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے۔ سو یہ فرق ہے کہ پہلا خاص، دوسرا عام ہے، جز جو کچھ ہے، سو ہے، مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے۔ نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو، ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہٰذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی یہ ظاہر ہے کہ حقیقی ومجازی کا مدار وضع ہے۔ خواہ وہ نوعی ہوگا یا شخصی بہر حال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی وضعی معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجازاً ہوگا پس مشتقات جو ایسے مادہ اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔ دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔ بہ سبب اس ترکیب کے مبدء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں۔[1]

[1] دیکھو متوفی مشتق ہے اس کا اصل ماخذ وفا ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ رہی ہیئت جو حروف کے آپس میں مل جانے سے ہوگئی ہے وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے۔ جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو متفعل کے وزن پر ہو۔ وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر دال ہوگا۔ ایک ماخذ، دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الی الفاعل۔ ظاہر ہے کہ متوفی کا یہی مجموعہ ہے۔ متفعل کے وزن پر بھی ہے۔ ۱۲ مترجم

معنی اصل المبدأ بمادتها بالوضع الشخصی وعلی مفهومها الترکیبی بوضعها النوعی.

ولکونها مرکبة بهذه الصفة لابد لکونها حقیقة من تحقق کلا الوضعین ولایکفیها فی کونها حقیقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازیتها فانها تتصور بانحاء ثلثة: بانتفاء الوضع الشخصی عن معناه الحقیقی الی معنی الدلالة وبانتفاء الوضع النوعی فقط کاطلاق لفظ القائلة علی المقولة مع بقاء اصل المعنی المصدری وبانتفاء کلیهما کما لو اطلق الناطق وارید به المدلول. فلفظ ﴿متوفیک﴾ اولفظ ﴿توفیتنی﴾ ان حمل علی معنی الاخذ بالتمام الذی لایکون الایرفع الروح والجسد

نیز جب اس طرز پر ہوں گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا کہ دونوں وضع متحقق ہوں نہ صرف ایک ہی متحقق ہو۔ تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جب کہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اس کے مبدء کا موضوع لہ دراصل بوضع شخصی ادراک کلیات وجزئیات ہے۔ جب اسے دال مراد لیں گے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھادیں۔ دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہو۔ گواس میں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی منتفی ہوا ہے۔ مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں۔ نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لیں گے کیونکہ ناطق مدلول کیلئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے۔ اس لئے مستفسر ہے کہ لفظ متوفیک۔ توفیتنی ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے۔ کونسا معنی ان سے مراد لیں گے اگر ''پورے طور پر لے لینا'' مراد ہے۔ تو یہ روح وجسد دونوں کے

یکون حقیقة لتحقق مدار الحقیقة من کلا الوضعین

وان حمل علی معنی لم یندرج فیه معنی الاخذ بالتمام سواء جرد عنه. بان یکون عدمه قید الاخذ او بان یرسل الاخذ ولم یعتبر معه قید التمام وجد فیه التمام اولم یوجد یکون مجازًا لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصی ومن المقررات والمسلمات ان المصیر الی المجاز بلا قرینة صارفة غیرجائز فتعین المصیر الی الحمل علی الحقیقة. ودعوی تبادر التوفی فی معنی الاماتة وجعل التبادر قرینة لکونه حقیقة فی الاماتة غیر مسلم لانه لوارید بتبادره فی هذا المعنی التبادر مع عدم

اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا۔ کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔

اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید مجرد سمجھیں گے خواہ یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے۔ یا مہمل طور پر لیں گے۔ یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو۔ یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا۔ اس لئے ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع لہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو ''متوفی'' سے مارنا بھی سریع الفہم ہے۔ سریع الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے۔ اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ ''توفی'' سے بلاقرینہ مارنا مرنا متبادر ہے، سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے، مارنے میں بلاقرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے' یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا، مارنا بمعہ قرینہ متبادر

القرينة فذالک اول النزاع ولم يوجد فی القرآن فی موضع من وارد هذا اللفظ استعماله فی هذا المعنی بغير قرينة وان اريدبه التبادر مع القرينة فذالک مسلم ولکن علامته الحقيقة هی تبادره مع العراء عن القرينة لامع انضمامها والايکون کل مجاز مستعمل حقيقة.

فلم يصح تقسيم اللفظ الی الحقيقة والمجاز لعدم امکان وجود المجازعلی هذاالتقدير وانما ادعينا ان لفظ التوفی حيث وقع فی القرآن بمعنی الامانة فانما وقع مع القرينة لابدونها. فان حمل التوفی علی الموت.فی قوله تعالیٰ﴿حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ﴾ بقرينة اسناده الی الموت وفی قوله عزوجل﴿قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ﴾ وفی﴿اِنَّ

ہے البتہ یہ مانا۔لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلاقرینہ ہی متبادر ہو نہ بمعہ قرینہ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائیں گے۔

لہٰذا لفظ کی تقسیم حقیقت ومجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ بنا پر اس مذہب کے تو مجاز ممکن ہی نہیں ہے۔ بے شک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی ’’توفی‘‘ کا لفظ بلاقرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے۔ثبوت طلب ہے۔لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت (یتوفهن الموت) یعنی وہ مرتے ہیں۔لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے۔وہ یہ ہے کہ ’’توفی‘‘ کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی مراد ہے مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔(دیکھو یتوفاکم ملک الموت.ان الذين توفهم الملائكة، تتوفهم الملائكة، تتوفهم الملائکة طيبين، توفته رسلنا، رسلنايتوفونهم، يتوفی الذين كفروا الملائکة فکيف اذا توفتهم الملائکة۔یعنی ’’تم کو ملک الموت ،موت کا مزہ چکھا

الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾وفی﴿تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾وفی﴿تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیْنَ﴾ وفی (توفته رسلنا) وفی (رسلنا يتوفونهم) وفی (يتوفی الذين كفروا الملائكة) وفی قوله تعالیٰ﴿فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ﴾

اسناده الی الملک المؤکل فی الاول وفی الباقية من اقواله الشريفة اسناده الی الملائكة القابضة للارواح قرينة صارفة وفی قوله تعالیٰ ﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾ لسوال المعية بالابرار وفی قوله عزوجل﴿تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ﴾ سوال حسن الخاتمة قرينة كذالک وفی﴿فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْنَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ﴾قرينة التقابل اذما

دے گا، وہ لوگ کہ ملائکۃ الموت نے ان کو موت کا مزہ چکھایا۔موت کا ذائقہ انکو ملائکۃ الموت چکھائیں گے۔ان کو ملائکۃ الموت پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزہ دکھائیں گے، ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے کیا ہوگا۔جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔

اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلاقرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرائن۔ پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مسند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے۔ اور یہی قرینہ موت ہے۔ایسا ہی اس آیت میں (وتوفنا مع الابرار) جس کا معنی یہ ہے کہ ’’ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر‘‘۔اس میں ابرار کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔آیت (توفنا مسلمین) کہ ’’اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا‘‘۔ میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔آیت ﴿فامانرينک بعض الذی نعد هم اونتوفينک فالينا يرجعون﴾

یعتبرفی احدالمتقابلین یعتبرعدما فی المتقابل الاخر. کمااعتبرالانتقال التدریجی فی الحرکة وجوداً وعدمه فی ضدها. اعنی السکون ولاریب ان الحیوٰة معتبرة فی نرینک اذ الارائة بدون حیوة الرائی غیر متصور فیعتبر عدمها فی مقابله وهو نتوفینک

وفی قوله تعالیٰ ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ والاخری یتربصن وکذا فی قوله ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِم﴾ الایة. قرینتان اولٰهما فی الایة السابقة. وثانیتهما لزوم الوصیة وکذاالتقابل

یعنی یا رسول اکرم ﷺ یا تو ہم آپ کو وہ بعض امور۔'' کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں۔ دکھا دیں گے یا موت کا ذائقہ آپ کو چکھائیں گے۔ پھر ہماری طرف لوٹیں گے۔ اس میں مقابلہ قرینہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو، تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بتدریج منتقل ہونا معتبر ہے اور اس کے ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔'' پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارائت) کا مقابل نتوفینک (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ ارائت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالضرور اس کے مقابل یعنی نتوفینک میں اس زندگی کا عدم معتبر ہو اور نہ تقابل کیسا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے۔ اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں۔ (دیکھو ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ﴾ ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کیلئے وصیت کرنا لازم ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں۔ تو وہ بیویاں چار مہینہ اور دس دن عدة الموت کاٹیں۔'' دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینے

فی ومنکم من یتوفی وقید حین موتها فی قوله تعالیٰ ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا. وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا﴾ قرینة علی المعنی المجازی.

وفی هذه الایة الاماتة والانامة کلتاهما مرادتان الابطریق الجمع بین الحقیقة والمجازلما تقرر من امتناعه فی الاصول. ولانه لیس شیٔ من الاماتة والانامة معنی حقیقیًا للفظ التوفی حتی یلزم ذالک من اجتماعه مع الاخرلابطریق عموم المجاز کما فی قول القائل لایضع قدمه فی دارفلان فانه یحنث سواء دخل من غیررفع المقدم کما اذا دخل راکباً اومع الوضع کما اذا دخل ماشیا حافیا وسواء دخل فی الدارالمملوکة

ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا۔ دوم عدة الموت کا کاٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینے ہیں۔ ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت ﴿وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی﴾ میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا﴾ یعنی خداوند تعالیٰ ارواح کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے۔'' ملخصا

اس میں حین موتها قرینہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا دونوں مراد ہیں۔ مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی ومجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت ومجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ توفی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا۔ یا وہ مکان اسی کا ملک ہو یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو۔ بہر حال حانث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت

لفلان اوالدار المستعارة او المستاجرة لفلان ویخصص هذا القول بمعناه الحقیقی حتی ینحصر حنثه فی الدخول حافیًا وفی الدخول فی الدار المملوکة لفلان ولا بالمعنی المجازی حتی ینحصر حنثه فی الدخول فی غیرالدار المملوکة لفلان وفی الدخول غیرحاف بل یعم بالدخول مطلقا فی دار فلان بان کانت مسکونة له سواء کانت تلک السکونة بالملک اوبالعاریة اوالاجارة ولیس ذالک الاعلی سبیل ارادة معنی اعم یشتمل علی المعنی الحقیقی والمجازی کلیهما. وهذا هو عموم المجاز وارادة کلیتهما لابهذا الطریق لعدم اعتبار معنی عام یشتمل علی المعنی الحقیقی

نہیں رکھتا ہے۔ پس اسکا حانث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں ننگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہر حال حانث ۔ وگا ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تا کہ کہا جاتا کہ وہ جب فلانے کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پہن کے ہی۔ یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حانث ہوگا، نہیں تو نہیں بلکہ بہر حال حانث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گزرا آیت مذکورہ میں توفی سے سلانا' مارنا جب کہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں۔ تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلاً جب توفی سے سلانا مقصود ہو، تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا۔ وہ تعلق مسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر توفی سے مارنا مراد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا۔ وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلاشک اس کو مارنا کہا جائے گا۔ ہاں دوسرے میں جس کا سلب بھی معتبر ہے۔ جیسا کہ زندگی کا کما مر لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق احساس اور زندگی کے درمیان بطور تردید دائر ہے جس طرح کہ کوئی امر خاص و عام کے درمیان مردد ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردد اس

من الاخذ بالکلیة والا خذ بالبعضیة فان کونهما مراد تین لیس الامن حیث ارادة الاخذ بالبعضیة. بان یراد بالتوفی سلب تعلق الروح بالبدن تعلقا یوجب الادراک الاحساسی اوتعلقا یوجب الحیوة فان کان الاول مسلوبا بدون الثانی وهذا هو الانامة وان کان الثانی ومن لوازمه کونه متضمنا لسلب الاول فهذا هوالاماتة ودوران ذلک التعلق بین الاحساس وبین الحیٰوة. لیس کدوران الشئ بین النقیضین بل کدورانه بین امرین یکون احدهما اخص والاخراعم. ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانی ویقال وجوبًا کل حساس حی بدون عکس کلی فلاتنافی فی اجتماع الاحساس والحیٰوة فی الحیوان بل فی ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق الثانی لرفع التعلق الاول لایقتضی نفی سماع الاموات

طرز پر ہے کہ جس طرح پر شی نقیضین کے درمیان مردد ہے اسی واسطے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا۔ پس یوں کہنا کہ "ہر حساس زندہ ہے صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے، غلط ہے کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتا۔ اس لئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہ ہوں۔

الجواب:[1] ہماری تقریر سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کا سننا بمعنی

---

[1] بعض لوگ حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ وغیرہ محققین حنفیہ میں سے فرماتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتے ہیں۔ تو اے حنفیو! تم کیوں سامع ہونے کے قائل ہو۔ حضرت مصنف فضیلت ماب نے اس کو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقاً سامع ہونے کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ قوت جسمانیہ سے سننے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکاری ہیں۔ ۱۲ مترجم

اذ سماعهم الذی نحن مثبتوه هو بمعنی ادراک ارواحهم وذالک ثابت بالادلة القطعية لامجال لاحد فی انکاره. وهذا لایرتفع فی ضمن ارتفاع الحیوٰة وما یرتفع فی ضمن ارتفاعها. وهو السماع العادی الذی لایمکن الابقوة جسمانية عصبانية ولایقول احد بتحققه مع انتفاء الحیوٰة فالسماع الثابت بالادلة الشرعية والعقلية غیرمرتفع وما هو مرتفع غیر ثابت وبهذا یظهران التقابل الذی بین الموت والحیوٰة هو التقابل بالتضاد لکون کلیهما وجودیین. فان کون الحیوٰة امراً وجودیاً ظاهرواما الموت فلانه اثر للاماتة والاماتة لما کانتْ عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وایقاع الفصل بینهما وتخریب البدن کان الموت الذی هو مطاوعها عبارة عن القطاع ذلک التعلق و الانفصال والتخریب کل ذالک وجودی. ویدل علی کونه وجودیًا قوله تعالیٰ خلق الموت والحیوٰة لان

ادراک روحانی ہے۔ چنانچہ ادلہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے لیکن اس طرز کا کہ مردہ بقوت جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہٰذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں جو ثابت ہے وہ ناپید انہیں۔ اسی تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت وحیات کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں حیات کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے رہی موت سووہ بھی وجودی ہے دلیل یہ ہے کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے اٹھا دیا جائے اس کا اثر لازم مرنا ہے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''ہم نے موت کو پیدا کیا ہے'' یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے۔ اس لئے

الموت لوکان عدمیاً لما تعلق به خلق اذ لایقال للعدمی انه مخلوق فان الخلق هو الجعل والایجاد وعدمیة عدم الحیوٰة عدما ثابتاً اللازم للموت لاتصیر الموت عدمیًا لظهور عدم استلزام عدمیة اللازم عدمية الملزوم الاتری الی الفلک. فانه ملزوم لعدم السکون عند الفلاسفة ولایلزم یکون لازمه هذا عدمیا کون الفلک عدمیاونظائره اکثر من ان تحصر.

وهذا ماقلنا من ان التوفی لیس حقیقة فی الاماتة لان الاماتة لایوجد فیها الاخذ بالتمام بل الاخذ فی الجملة بخلع صورة نوعية عن الجسم الحیوانی ولیس اخریٰ منها وبفصل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ علی الحقیقة. یکون قوله عزوجل ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ دلیلا لنا لا له و یؤیده العطف بقوله﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ اذ

کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اس کے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا؟ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدمی پیدا کیا گیا ہے۔ نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال: کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو؟ کیا دیکھتے نہیں؟ کہ عدم الحیوۃ اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدمی ہونا موت کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب: یہ استلزام غلط ہے۔ دیکھو عدم السکون آسمان کو عند الفلاسفہ لازم ہے آسمان معدوم نہیں ہے' علی ہذا القیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفی ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لئے کہ مار دینے میں پورے طور پر لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے۔ اور یہ گویا ایک حصہ کا لے لینا ہے۔ نہ پوری شے کا لے لینا لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جب کہ

المراد به الرفع الجسمانی والا فما وجه تخصیصه بعیسیٰ عليه السلام لعموم الرفع الروحانی کل مومن وحمله علی هذاالرفع العام مستدلاً بقوله عزوجل ﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَات﴾ غیر صحیح لان المذکورفی تلک الایة هورفع المسیح نفسه وفی هذه الایة رفع الدرجات ولایخفی الفرق بین رفع الشئ نفسه وبین رفع درجاته کما هو بین قولک رفعت زیدًا وبین رفعت زیدًا ثوبه اوبیته اوشیئًا آخر مما یتعلق به.

ومع ثبوت التغائر بین الرفعین لایتم التقریب فعلی هذا یقال ان

واجب ہوا، تو آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ...... الخ﴾ ہمارے لئے دلیل ہوئی نہ قادیانیوں کے لئے اس کا ہمارے لئے دلیل ہونے کو ﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشتا ہے۔ اس واسطے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ ورنہ خاص کر مسیح علیہ السلام سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا ''مرفوع'' ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال: چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمان داروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے۔ تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح سے بھی خود مسیح کا رفع مراد نہیں ہے، بلکہ رفع روحی۔

الجواب: دلیل مفید مطلب نہیں ہے کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح علیہ السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شئے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے۔ اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھالیا ہے یا میں نے زید کا کپڑا اٹھایا اور کچھ جسے زید کے ساتھ تعلق ہوا اٹھالیا

من نودی وخوطب بالضمائر هوعیسیٰ عليه السلام فیکون المنادی والمتوفی والمرفوع والمطهر من الکفرة وفائق الاتباع ایاه عليه السلام فیترکب القیاس من الشکل الاول من ان عیسیٰ هو المصداق للمتوفی المفهوم من الایة والمصداق له هوالمصداق لصیغة من وقع علیه فعل الرفع فینتج ان عیسیٰ عليه السلام هو المصداق للمرفوع. وهذا عین ما ادعیناه من ان المرفوع هو شخصه لاروحه فقط وایضا لوکان روح عیسی عليه السلام مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده فی ایدی الکفرة ولحصل مرادهم ولاهانوه فلم یصح قوله تعالیٰ ﴿وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ فان الاماتة لیس تخلیصًا وتطهیرا من الاعداء بل تحصیلاً لمرادهم وایصالاً لهم الی مناههم وغایته

ہے اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہوا، بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شئے کا رفع اور ہے بناءً علیہ ثابت ہوا کہ آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ...... الخ﴾ میں منادا اور ضمائر کا مرجع خود مسیح علیہ السلام ہے، نہ خالی روح جب خود مسیح علیہ السلام ہی منادا اور مرجع ہوئے تو متوفی مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے نہ صرف روح۔

پہلی دلیل اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے۔ جس پر یہ صادق ہے۔ اسی پر ہی مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے' نتیجہ مسیح علیہ السلام ہی پر مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔ اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعوی کرتے ہیں۔

دوسری دلیل اگر مسیح علیہ السلام کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے بلکہ جسد لطیف تو کافرو نکے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا، حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے مسیح علیہ السلام ہم تجھ کو کافروں کے اختیار

متناهم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع فى هذه الاية الرفع الروحانى وهل لايعد ذلك المستنبط من ارباب الجهالة ولعمرى ان هذا الشئ عجيب بتعجب منه كل لبيب واستدل ايضا. بقوله تعالىٰ ﴿وقولهم اناقتلنا المسيح ابن مريم رسول الله وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم، وان الذين اختلفوا لفى شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما وان من اهل الكتاب الاليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا﴾

سے الگ اور پاک کر دیں گے‘‘ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہوتو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا؟ لہٰذا رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب بجسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہوگئے اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔ قادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام مریم علیہا السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا‘ ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے۔ صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا اسکے مرنے سے پہلے وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

طریقہ استدلال قادیانی پہلی آیت میں رفع روحی مراد کہتا ہے۔ اسکا بیان

حيث حمل الرفع على الرفع الروحانى. وقال برجوع الضمير المجرور المتصل بالباء فى قوله تعالىٰ ليؤمنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين بكون عيسىٰ مقتولاً مصلوبًا وبرجوع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابى ثم وجهه بتوجيهين اخرين وحكم على كليهما بالصحة.

والصواب الاول ان لفظ الايمان مقدر فى قوله تعالىٰ قبل موته اى قبل الايمان بموته فيكون معنى الاية ان كل كتابى يؤمن بان قتل عيسىٰ مشكوك فيه قبل ان يؤمن بموته الطبعى الذى وقع فى الزمان الماضى.

والتوجيه الثانى ان كل كتابى كان يؤمن ويعلم قطعا بانهم

ہے کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول ومصلوب ہونے میں شاک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ اسکے بعد دو توجیہیں کرتا ہے۔

پہلی توجیہ کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔ اس تقدیر[1] پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے، ایمان لانے سے پہلے آپکے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجیہ کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کو مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ

[1] قادیانی صاحب یہ عجیب ہے کہ اور کوئی اگر مقدر کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

شاكون فى قتل عيسىٰ وليس قتله الاعلى سبيل الشك والظن. وذلك اى ايمانهم بكونهم شاكين كان قبل ان مات عليه السلام. والحاصل انهم والحال ان عيسىٰ حى اى قبل ان مات كانوا شاكين فى قتله. ولم يكن حصل لهم قطع لقتله بل كانوا قبل ان مات يوقنون بمشكوكية قتله. وفى هذا الاستدلال انظار شتى. اما النظر الاول على التوجيه الاول فلان حمل الرفع فى الآية على الرفع الروحانى غير صحيح. اذالكلام وقع بطريق قصر الموصوف على الصفة على نحوقصرالقلب وهذا مشروط بتنافى الوصفين كما اذا خاطب المتكلم رجلا بعكس مايعتقد مثل ماقام زيد بل قعد لمن يظن بقيامه. وظاهر ان القيام والقعود ومتنافيان واشتراط التنافى اعم من ان يكون شرطا لحسنه اولا صله ومن ان يكون التنافى تنافيا فى

کے کرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔اب دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس آیت میں مسیح علیہ السلام وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کردیئے گئے ہیں۔لیکن اس حصر اور قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہوکر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں، بلکہ بیٹھا ہے۔پس دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اورالٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دو صفتیں آپس میں منافات اور غیریت رکھتی ہیں۔ بے شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہے۔خواہ قصر وحصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر کے واسطے شرط ہو، نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ

نفس الامراو فى اعتقاد المخاطب على حسب تعدد الآراء وانما كان قوله تعالىٰ ﴿وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ على نحو قصر القلب لانهم كانوا يدعون ان عيسىٰ مقتول فخاطبهم الله تعالىٰ بعكس مازعموا من انه مرفوع لامقتول كمازعمتم فيجب التنافى بين وصفى القتل والرفع وذلك لايتصور الااذاكان مرفوعًا حال كونه حياً. اذمنافاة الرفع حال الحيوٰة. اى الرفع الجسمانى للقتل ظاهر بديهى لايحتاج الى تنبيه فضلا عن دليل. واما اذا كان الرفع رفعًا. روحانيا فلوجوب اجتماع الرفع مع القتل لايتحقق التنافى بين الرفع والقتل لان كل احد يعلم قطعا ان من قتل فى سبيل الله فهو مرفوع بالرفع الروحانى باجماع المذاهب فحينئذ يجب اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامرى والاعتقادى ايضا ارتفع

جس کا مضمون یہ ہے کہ ’’انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خداوندتعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب دعوی کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں۔تو خداتعالیٰ نے ان سے ان کے گمان کے برعکس فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو صرف مرفوع ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔اب ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو وصف مرفوعیت میں قصر وحصر کیا گیا ہے۔مگر قلب اور عکس کے طور پر۔پس ضرور ہوا کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات تو جب ہی تصور ہے کہ مسیح علیہ السلام بجسدہ مرفوع ہوئے ہوں کیونکہ رفع بجسدہ بداھة منافی قتل ہے۔مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں گے۔جیسا کہ قادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں؟ کہ جو شخص خدا کی راہ میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا گیا ہے تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے۔تو

التنافی راسًا. فلم یصح القصراولم یحسن.

فاما ان یقر بکون هذا الکلام نزل رداً لزعم اهل الکتاب فیلزمه الاقراربکونه قصرا لقلب ووجوب التنافی بین الوصفین فی قصر القلب وهذا هدم للقواعد العربیة بالجملة لابد له اما من القول برفعه علیه السلام حیاواما من الخروج عن العربیة فایهما شاء فلیختر والنظر الثانی ان ارجاع الضمیر الاول الی مشکوکیة قتل عیسی دون عیسی لیس باولی من ارجاعه الیه فاختیاره علیه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجیح بلا مرجح بل ترجیح للمرجوح

منافات سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنابرآں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ خود قصر ہی غلط ہوگا۔ یا بہتر نہیں ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ منہ۔

لہٰذا قادیانی پر دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہوگا۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے لیکن اس صورت میں قصر القلب، قتل، رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح علیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور ان کے برخلاف پر ہونا لازم آئے گا۔ مختصراً قادیانی کو اس سے گریز نہیں ہوسکتا۔ یا تو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کرلے، **دوسرا اعتراض** پہلی ضمیر کا مشکوکیۃ القتل کی راجع کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح علیہ السلام کے جانب پھیرنے سے اولیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ پھر مشکوکیۃ کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔

وهذا افحش من ذالک مع انه یکون المعنی علی هذا ان کل کتابی یؤمن بان المسیح مشکوک القتل وان قتله لیس بقطعی کما اوضحه بنفسه وهذا المعنی لایستقیم لان اتیانهم بمضمون قتل عیسی علیه السلام فی عنوان الجملة الاسمیة وتاکیده بان صریح فی کونهم مذعنین بقتله ولذا رد الله عزوجل ادعائهم هذا بقوله عزوجل ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ اذلولم یکن لهم الاذعان لکفی فی ردهم ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ﴾ ولم یزد علیه قید ﴿يَقِيْنًا﴾ فالقول بانهم لم یکونوا مذعنین بل کانوا شاکین فی قتله قول بالغاء قید ﴿يَقِيْنًا﴾ فی قوله تعالی ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ لخلوه عن القاعدة علی هذا التقدیر وادعاء ان قید یقینا قید للقتل المنفی فی وما قتلوه فیکون النفی واردا علی القتل المقید بهذا القید والنفی علی هذه الوتیره

یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔ مع ہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ”ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا شکیہ ہے۔ ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔“ چنانچہ قادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے۔ اور پھر اس کو مؤکد بھی کر دیا ہے۔ پس یہ صراحۃً اس پر دال ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں آخر اسی واسطے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ ”انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا“۔ اجی! اگر انکو مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اتنا ہی فرما دیتے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین واذعان نہیں ہے۔ یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔ نعوذ باللہ منہ اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں

كما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذالک يصح بانتفاء المقيد والقيد كليهما وههنا كذلک فان القتل مع التيقن منتف لاينفعه ولاينجيه من لزوم الغاء القيد لكفايته نفى اصل القتل فى ردهم مع انه يخالف القاعدة الاكثرية من ان النفى الوارد على المقيد يتوجه الى القيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد على كون قول المنافقين لرسول الله ﷺ نشهد انک لرسول الله من غير صميم القلب فيكف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين

گے کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منتفی ہوتی ہے۔ ویسے ہی قید ومقید دونوں کے اٹھ جانے سے منتفی ہوجاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ یقینی قتل منتفی ہے اس واسطے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر بھی قادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقر بننا پڑے گا۔ اولا کہ ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے۔ تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے۔ علاوہ بر آں یہ کہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ جملہ ﴿انا قتلنا المسيح...... الخ﴾ بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ دوسری ایک آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعوی کرنا اہل کتاب نے باوجود کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے، کیسے بلا دلیل

من قبيل اظهار خلاف ما كانوا عليه لئلايتوجه ايراد لزوم الالغاء على الكائد المستدل بل وجد الدليل على انهم كانوا بقتله مذعنين كما يدل عليه صريح عبارة القرآن ان النصارى قديمًا وحديثا يدعون بذلک ويدعون الناس الى الايمان بذلک ويزعمون ان وقوعه له عليه السلام كان كفارة لذنوب امته مع انه كان ذلک مكتوبًا فى انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لايمانهم بالانجيل وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشک فى قتل عيسىٰ عليه السلام ومع وجود هذا الدليل لايتصور ان ينسب الى جميعهم الشک فى قتله و قوله عزوجل وان الذين

قبولیت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل تو ندارد ہے اس لئے قادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہوجانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہے۔ پہلے شاہد عدل ہے۔ دوم نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلاتے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ گو تحریف کے طور پر ہی ہو۔ لیکن وہ اس پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ یہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہوجانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکہ متصور ہے۔

شاید ایسے لوگوں کو اس آیت سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ ''وہ لوگ کہ مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں نہیں ان کو اس پر اذعان مگر کہ ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہوگیا ہوگا۔ سو واضح رہے۔ کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ

اختلفوافیه لفی شک منه. مالهم به من علم الاالتباع الظن موؤل. بان
المراد بالشک لیس مایتساوی طرفاه کما اصطلح علیه المنطقیون بل
المراد من الشک المذکور مایقابل العلم ومن العلم الحکم الجازم
الثابت المطابق لنفس الامر وعلی هذا لاتنافی بین شکهم واذعانهم فی
قتل عیسیٰ علیه السلام فیکون معناه "وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه" ای
لفی حکم غیر مطابق للواقع وان کان حکمهم بذالک حکمًا جازمًا
ولاکن لعدم مطابقة لنفس الامر لایعد علمًا بل شکا ولیس لهم بذلک
علم اذ لابد فیه من المطابقة فی نفس الامر فهم انما یتبعون الظن ای
الحکم الغیر المطابق لنفس الامر فیکون مال الشک والظن واحدًا
ولواريد بالمعنى المصطلح لاهل المعقول لم يتحد مصداقهما المتبائن

منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔" منطق تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہوں[1] بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مسیح علیہ السلام کے مقتول ہوجانے کے بارے میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔ بریں تقریر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارہ میں شک میں ہیں۔ یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے۔ گو وہ لوگ یہ حکم بزعم خود قطعاً وجزماً لگاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم ویقین نہیں ہے۔ بلکہ شک ہے۔ کیونکہ یقین کے لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال

[1] جیسے کہ زید کے قائم ہونے کا خیال ہو۔ ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہو اسے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

بینهما لوجوب رجحان احد طرفی الظن ای الطرف الموافق وعدمه
مطلقا فی الشک وهذا ظاهر.

واطلاق الشک والریب علی غیر المعنی المصطلح لهم مما
یقابل العلم الیقینی شائع وفی القرآن واقع. قال عزوجل ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ
رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا﴾ اطلق الریب علی انکارهم وقولهم الجازم بانه
کلام البشر وبانه شعراو کهانة یدل علی ذالک قوله تعالیٰ ﴿فَلَا اُقْسِمُ بِمَا
تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ
قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِیْنَ﴾ فلو کانوا شاکین فی کونه کلام الله تعالیٰ بالشک المصطلح
لما وقعت هذه التاکیدات من کون الجملة اسمية. وتاکیدها بان وبالقسم

اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں۔ اس لئے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک وظن کو منطقیوں کی اصلاح کے موافق لیں گے۔ تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے نزدیک ظن[1] وہ خیال ہے کہ طرف موافق قوی ہو اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہئے۔

چنانچہ ظاہر ہے رہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کے معنی برخلاف منطقین کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے بارہ میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو...... الخ اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے۔ ان کے انکار ان کے حکم بالجزم پر کہ (یہ خدا کا

[1] چنانچہ ایک شخص زید کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے۔ گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اس کو ضعیف سا گمان ہے۔ اس کو منطقین ظن کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

فهذا دلالة بينة على شدة انكارهم لكونه كلام الله تعالى البالغ الى حد الجزم بانه كلام غير الله.

وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالى ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ وخلاصته الاشكال الذى ورد عليه على تقدير ارجاع الضمير الاول الى الشک اما لزوم الغاء القيد فى الاية واما حمل قولهم

کلام نہیں ہے، بلکہ کسی بشر کا ہے۔ شعر کہانت ہے) اطلاق کیا گیا ہے اس پر خداوند تعالیٰ کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبرئیل علیہ السلام کے منہ سے نکلا ہے۔ کسی بشر کا کلام شاعر کا کلام نہیں ہے، تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ یہ کاہن کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک کنندہ بایں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں۔ ''تو خداوند پاک تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔ **پہلے** کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا دوم إنَّ کو ذکر کیا۔ سوم قسم پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ ''ان کا انکار قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ غیر اللہ کا کلام ہے۔

اس طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو'' اطلاق کیا ہوا ہے۔ دیکھئے وہ آیت جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔ یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے

انا قتلنا المسيح ابن مريم على خلاف الظاهر مع وجود مايوجب حمله

على الظاهر. فمن التزم الاول فقد لكافروان الثانى فقد تحامر فايهما شاء فليخترو **ثالث الانظار** ان فى هذا التوجيه تكلفاً بحيث لايتبادرالذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذالک مخل لكمال فصاحة القرآن. **والرابع** ان المعنى على هذا التقدير يؤول الى انهم يصدقون بمشكوكية قتله ولما كان الشک والمشكوكية متحدين لزم كون التصديق متعلقا بالشک الذى هو تصور سواء اريد بالشک مفهوم

ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے۔ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے۔ پس جو لوگ پہلے التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔ اگر دوسرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔ اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔ **تیسرا اعتراض** کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔ نیز اس قسم کے ''ارجاع'' سے انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں انتشار ضمائر کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پُر از فصاحت قرآن کو بٹا لگانا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا دعویٰ ثابت ہوا۔ **چوتھی بحث** کہ جب اسی طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک و مشکوکیۃ چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے۔ یہ شک جو ایک کا تصور ہی ہے۔ اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے۔ وہی مقصود رکھیں۔ اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق

العنوانی اومصداقه لان کلامنهما تصور لامحالة وسواء ارید بالتصدیق الادراک الاذعانی الذی هومن جنس الادراک اوالحالة ادراکیة الاذعانیة التی هی من لواحق الادراک وتعلقه بالتصور مطلقا باطل کما تقرر فی مقره ولکن تعلقه بالشک حال کون التصدیق من جنس الادراک افحش من تعلقه به علی تقدیر کونه من لواحقه لانه علی هذا یکون الشک معلومًا والتصدیق ادراکاً وعلمًا به وقد ثبت بالبرهان عندهم اتحاد العلم بمعنی الصورة العلمیة بالمعلوم فلزم اتحاد التصدیق والشک مع انها متبائنان.

ادراک وتصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے۔ جسے ''دانش'' کہتے ہیں۔ مطلوب ہو۔ لیکن تصدیق کا بہر حال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے۔ ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش لیں وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کا ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت ہے۔ کہ علم تصور وصورت علمیہ [1] کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ لہٰذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیونکر غلط نہ ہو کہ تصدیق وشک آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔

پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا۔ کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو۔ یعنی یہ

---

[1] جب انسان کا مثلاً علم حاصل ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی ماہیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو صورت علمیہ کہتے ہیں۔ ۱۲۔ مترجم

والنظر الخامس ان الشک المصطلح عبارة عن التردد بین طرفی النسبة من الوجود والعدم علی التساوی ای ادراک النسبة مع تجویز طرفها من غیراذعان باحد جانبیها. فالمعنی الذی اراد الکائد من ان اهل الکتب یؤمنون بشکهم فی قتل عیسی قبل الایمان بموته الطبعی یرجع الی ان شکهم فی قتله. حاصل من غیراذعان بموته الطبعی لان من لوازم القبلیة ان لایوجد التبعد حین حدوث القبل. ولان الشک فی قتل الشخص مع الایمان بموته الطبعی مما یستحیل ولا خفاء ایضا فی ان لقتله علیه السلام طرفین وجوده وعدمه فاذا کان مشکوکا یجب ان لایذعن باحد جانبیه مطلقًا ولابما یندرج فی ذالک الجانب وظاهران الموت الطبعی یندرج فی عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحیٰوة والموت

ایسا ہے۔ یا ایسا۔ لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔ پس قادیانی کی یہ تفسیر کہ ''اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح علیہ السلام کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں۔'' اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے۔ کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو، نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو۔ تو اس کے مقتول ہوجانے میں شک کا ہونا محالات سے ہے۔ ظاہر تر ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہوجانے کے دو جانب ہیں۔ ایک یہ کہ قتل نہیں ہوئے دوم کہ قتل ہوگئے ہیں۔ پس جبکہ آپ کا قتل ہوجانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہوگئے ہیں اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔'' یقین ہو۔ اور نیز اس پر جو عدم القتل مندرج ہے۔

یقین نہ ہو لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے ہاں یہ اندراج ایسا

الطبعی کلیهما.

فتجرید الشک فی قتله من الاذعان بموته الطبعی من اجلی البدیهیات لان تساوی طرفی الشک مع رجحان احدهما غیرممکن وهذا مما لیعلم کل من له ادنی فهم فلوکان مراد. هذا الایة ماقاله فای علم حصل بنزولها. وای فائدة من فوائد الخبر ترتبت علیه فتدبر علی ان حملک هذاالایة علی ماحملت قول بان هذه لالأیة مبنیة لبعض اجزاء الماهیة للشک و هذا کانه ادعاء ان القرآن یبین المعانی المصطلحة

ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔اس لئے کہ عدم القتل جیسے زندگی کو شامل ہے ویسے ہی طبعی موت کوشامل ہے۔

لہٰذالازم ہوا کہ جس صورت میں مسیح علیہ السلام کے مقتول ہوجانے میں شک ہو۔تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہواور یہ بالکل بدیہی ہے۔کیونکہ شک کے لئے جانبین کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے چنانچہ کم درایت والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔بنابراں اگر آیت سے وہی مراد ہے جو قادیانی سمجھتے ہیں تو کہتے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا اس خبر پر کون سے عوائد مرتب ہوئے علاوہ براں اگر اس آیت کو قادیانی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں لیکن یہ اس بات کا دعویٰ ہے نے وہ معنی بیان کئے جو قوم کے مصطلح ہیں پس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی کافیہ شافیہ تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے۔حالانکہ اس امر کا کوئی عقل مند قائل نہیں ہے۔

اس پر قادیانی کی دوسری توجیہ سو اس پر بھی پانچویں بحث کے سواء سب ابحاث وخدشہ وارد ہوتے ہیں۔

لقوم کما ان الکافیة والشافیة والتهذیب وامثالها کذلک فهل یتفوه به عاقل.

واما علی التوجیه الثانی فیرد علیه ماعدا الخامس من الانظار المذکورة کلها. ویرد علیه خاصة ایضًاان سلب الاوصاف بتما مها عن فرد فرد من افراد شیٔ ثم اثبات صفته معینة لها کما یقتضی انحصار ذالک الشی فی تلک الصفة وهذاانحصارحقیقی کذلک سلب وصف معین عنهاسواء کان مقدراًاوملفوظاً ثم اثبات منافی ذلک الوصف یقتضی انحصارالشی فی المنافی للوصف المسلوب وهذا انحصاراضافی وکلا هذین الحصرین نوعا حصر الموصوف فی الصفة واما انحصار

البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصۃً یہ بحث وارد ہے۔وہ یوں ہے۔کہ ”تمام اوصاف کا سبب کسی شی کے ہر ہر فرد سے کردینا، پھر خاص صفت انکے واسطے ثابت کرنا۔جیسا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوفہ اسی صفت میں منحصر ہوجائیں اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کردینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقدر ہی ہو۔بعدازاں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہوان افراد کو ثابت کرنا“ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو۔پہلے کا نام ”حصر حقیقی“ دوسرے کا نام ”حصر اضافی“ ہے۔لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کیلئے دوقسم ہیں۔اس پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار حقیقی کے سوا اس واسطے کہ وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں، صفت کا موصوف میں بطور ”انحصار اضافی“ کی منحصر ہونا سو اس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے۔ اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ ”حصر اضافی“ اور

الصفة فی الموصوف بالانحصار الحقیقی فبوجودها فی الموصوف و انتفائها عن جمیع ماعداه اوبالا نحصار الاضافی فبوجودها فیه وانتفائها عن بعض ماعداه فقط.

ومن المعلوم بالبداهة صدق المحصور فیه علی محصور الکلی کلیا وفی الایة انحصار اضافی لانحصار اهل الکتاب فی الایمان بالنسبة الی وصف الکفر دون سائر الاوصاف.

فلکون المراد من الایة سلب الکفر عن جمیعهم واثبات نقیضه

نسبتی ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیۃ منحصر ہے کلی طور پر صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے نہ اور اوصاف کے لحاظ سے۔

پس مراد اس آیت صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا اور سب کے لئے صفت الایمان کا ثابت ہونا ہے۔'' لاغیر اس سے صاف طور پر واضح ہوگیا ہے کہ یہ انحصار اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں تو صرف ایک صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے لہٰذا مفاد الآیۃ یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں گے اور صفات ان میں پائے جائیں یا نہ۔ پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اس کا منافی یعنی ایمان سب کو ثابت کر دیا گیا۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہوں گے تو لازم آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہئے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی اس پر ایمان لائے گا۔'' اس لئے یہ قضیہ موجبہ محصورہ کلیہ بنا۔

بیانِ مقبول

من الایمان لجمیعهم کذالک وحصرهم فی ذلک النقیض یجب صدق الایمان علی الکتابی صدقًا کلیا بان یقال کل کتابی یؤمن به فهذه قضیة موجبة محصورة کلیة.

فاذا حمل قوله تعالی عزوجل ﴿وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به﴾ "قبل موته" علی ماحمله فی هذا التوجیه یکون معناه کل کتابی یؤمن بمشکوکیة قتله علیه السلام قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع علی الماضی والاغماض عن مفاد النون الثقیلة من معنی

جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھ لیں جو قادیانی بیان کرتے ہیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح علیہ السلام کے قتل کی مشکوکیۃ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لائیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر صیغہ مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے۔ اس سے بھی اغماز کریں کہ نون تاکید ثقیلہ معنی استقبال کو چاہتا ہے مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بتصریح بیان کریں گے وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص انہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ اور آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل کتاب کے لئے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور جو اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے گا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت میں موجود ہو۔ اجی جب تم مسیح علیہ السلام کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لا چکے ہیں تو صاف لازم آیا

الاستقبال. اما ان يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين في زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة آنفا واماان يعم للموجودين منهم قبل رفعه وبعده الى يوم القيامة وهذا يؤدى الى تجويز وجود من لم يوجد حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفهاوفيه تجويز لمعية النقيضين وكذا يرد عليه ان حمل موته الذى هو مصدر على الماضى من غيرداع فخصص تكلف لايرتضيه ارباب الفهوم ويرد على تصويبه كلا المعنيين ونسبة كلا منهما الى الكشف والالهام.

ان احد المعنيين باطل لامحالة اذ التوجيه الثانى قوى الاحتمال

کہ جو اس زمانے میں موجود نہیں تھے۔ موجود ہوں آخر جب سب کے لئے موت المسیح علیہ السلام سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہئے ورنہ لازم آئے گا کہ صفت بغیر موصوف کے متصل ہو یہ تجویز گویا اجتماع النقیضین کو جائز کردینا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ یہاں مصدر کو بلا موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ بناوٹ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔ رہی یہ بات کہ متدل دومعنوں کو اپنے منہ سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے مؤید کرتا ہے۔

سو واضح رہے کہ بالضرور دومعنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع النقیضین لازم آتا ہے۔ چنانچہ گزرا پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم وخصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں۔ پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری ندارد ہے۔ اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔

فى الخصوص لاهو ية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاول لايتمشى فيه سوى العموم والعموم والخصوص مما يتغائران فان سلم التوجيه الاول انتفى التوجيه الثانى وان الثانى ارتفع الاول.

فاحد الكشفين لوفرض بالهام من الرحمن يكون الاخربالهام من الشيطان اذ لو كان كلاهما بالهام الله تعالىٰ لما وقع التخالف بينهما. فالحق ان كلا الكشفين من الكشوف الكاذبة الشيطانية لامن الكشوف الصادقة الرحمانيةوالالم يرد على كل منهما نقوض شرعية قاطعة وايرادات عقلية ساطعة.فالذى من شانه امثال هذه الدعاوى ومن خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسک بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الى القرآن

اب کہیے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کریں گے۔ تو دوسرا بداہۃً شیطانی ہوگا۔ اس لئے اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہئے تھا۔ لہٰذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ اعتراضات ساطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں۔ جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں جب دونوں پیش کئے جائیں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں پھر عقل بھی اگر پیش کی جائے تو کشف لے بیٹھتے ہیں تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرنگوں متحیر ہوجاتے ہیں غرض کہ وہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے ہر ایک دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یایوں کہئے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں اس پر جب بوجھ ڈالنا چاہیں تو اڑنے والا جانور بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اوڑانا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے یایوں کہ ایسے لوگ اس مرض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو، نہ وہ زندہ اور

واذا بهما تشبت بالعقل وان بكل منهما تذيل بالكشف والالهام. فان طولب بدليل يدل على صدق كشفه تبهت وتحيروتنكس اوهو مثيل للمريض مرض الموت ليس بحى فيرجى ولاميت فيلقى اوتطير للنعامة. اذا استطيرتباعرواذا استحمل نظائر فاقول بفضل الله تعالىٰ ان المعنى الصحيح للاية المذكورة الذى لايرد عليه شيء من تلك الانظارهو انهم قالوا انامتيقنون بقتل المسيح ابن مريم فردهم الله عزوجل بانهم ﴿مَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ﴾ فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لابد للعلم اليقينى من مطابقته لنفس الامرو اذالم توجد المطابقة لم يتحقق التقين بقتله فحكمهم بهذا

نہ مردہ ہے اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہے۔ خیر جو ہیں، سو ہیں ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔ ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف وخلف آیت ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ...... الخ﴾ سے سمجھتے ہیں اس طرز پر اعتراض مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر یقین رکھتے ہیں سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیونکر مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا متصور ہے۔ اس لئے کہ علم یقینی کیلئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہو سکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقینی ہو ہرگز نہیں لہٰذا ان کا یہ دعویٰ کہ ہم قتل کے بارہ میں متیقن ہیں باوجود کہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے ''بلاشبہ جہل مرکب'' ہے کیونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارہ میں شک میں مبتلا ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے نہیں ان کو یقین حاصل بلکہ ظن اور جہل مرکب کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی

النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقينى به شبهة صرفة وجهل مركب يفسر بالحكم الغير المطابق. الثابت فى نفس الامر فهم فى شك منه اى فى حكم لم يطابق الواقع وليسوا على اليقين بل هم يتبعون الظن والجهل المركب. لانهم ﴿مَاقَتَلُوْهُ﴾ اى انتفى قتله انتفاءً يقينيًا بان يكون قوله يقينا قيدًا للنفى لاللمنفى ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ بالرفع الذى ينافى القتل وهو الرفع الجسمانى دون الرفع الروحانى. فانه لاينافى القتل بل يجامعه فى نفس الامر فى اعتقاد المخاطب ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا﴾ لايعجزه شيء عن رفعه علیہ السلام مع جسده ﴿حكيما﴾ فى صنع رفعه. و

ہے کہ یقیناً نفی ﴿مَا﴾ کی قید ہے نہ منفی ﴿قَتَلُوْهُ﴾ کی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ بلکہ خداوند عزاسمہ نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ بجسدہ منافی قتل ہے۔ نہ وہ کہ اس کا منافی نہیں یعنی رفع روحی، کیونکہ رفع روحانی واقعہ اور اعتقاد مخاطب میں قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ خداوند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ﴿حَكِيْمًا﴾ خدا حکمت والا ہے۔ رفع کے کام میں نہیں کوئی ایک بھی ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ﴾ اہل کتاب میں سے مگر کہ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے ان کے مرجانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے لئے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ مرگ کی حالت میں اور یہ ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو، پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہرحال ایمان کی حفاظت ہے۔ دیکھو! ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نون ثقیلہ جو مدخول کے استقبال پر بالاجماع دلالت کرتا ہے۔ اپنے ہی طور پر رہا' اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں

ليس احد من اهل الكتب الاليؤمنن به . اى بعيسى قبل موته اى قبل موت عيسٰى سواء كان ايمانه نافعًا له كالايمان فى حالته غير البأس اعم من ان يكون قبل نزول عيسٰى اوحين نزوله. فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع والنون الثقيلة. التى تدل على استقبالية مدخولها بالاجماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شيء من النقوض. فالذى ذكرناه من المعنى هو المحكوم

سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ کما هو الظاهر بالمتامل الصادق۔ لہٰذا جومعنی ہم نے بیان کیا ہے۔ اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے۔ اوراس کے برخلاف الہامات وکشوف کو کھنڈروں پردے مارنالازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دورکرنے کے لئے کافی ہے۔ اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائے گا۔ گوکوئی بے انصاف اور بےعلم جھگڑالو اس سے انحراف کرے۔

عليه بالصحة الصافى عن شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظروان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر.

ثم استدل القاديانى بطريق الالزام على اهل الاسلام القائلين بحيوة المسيح عليه السلام. بان كل من يؤمن بوجودالسموات يؤمن بتحركها على الاستدارة. فلو كان عليه السلام على السماء للزم بتحركها تحركه فلم يتعين له جهة الفوق بل على هذا. قد يصير فوقاوقد يصيرتحتا فلا يتعين له النزول ايضًا.اذ النزول لايكون الامن الفوق. وايضا يلزم كونه فى الاضطراب وعدم القراردائما مادام هو فى السماء وهذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة الفوق يطلق حقيقة على منتهى الخط الطولانى من جانب راس الانسان بالطبع من محدب فلك الافلاک وجهة التحت على منتهى ذلک الخط ممايلى رجليه من مركز العالم وهاتان الجهتان لا تتبدلان عوض ويطلق الفوق والتحت على الحدود التى بين المركز وبين المحدب ايضًا لكن اطلاقا اضافيا لاحقيقيا وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه بكلا الوصفين من الفوقية والتحتية مثلا محدب فلک القمر متصف بالفوقية بالاضافة الى مقعره. وما عداله من الحدود المتقاربة الى مركز ومتصف بالتحية بالنسبة الى سائرالا فلاک. فهذا الحد المعين فوق وتحت بالوجهين

والحاصل ان كل حدين فرضا بين المركز وبين محدب فلک الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابعد من المحدب فهو تحت ومابا لعكس فهو فوق بخلاف المحققين فان ما يتصف منهما بالفرقية لايمكن ان

يتصف بالتحتية وما يتصف بالتحتية لايمكن اتصافه بالفوقية. لان محدب الفلک الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لاتغير ولاتبدل فيهما. وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام لما كان فى السماء الثانية فلاريب فى انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو على وجه الارض. فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه بتحرک السموات فلا يلزم عدم تعين جهة الفوق له عليه السلام بل مادام هو فى السماء متصف بالفوقية بالنسبة الى سكان الارض جميعا. فاذا اراد الله تعالىٰ نزوله انتقل من مقره السماوى من محدب السماء الثانيه بحيث يتزايد البعد فيما بينه وبين محد ب فلک الافلاک آنا فآنا من البعد الذى كان بينهما وتناقص كذلک البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل الى سطح الارض. وانت تعلم ان الحركة من المحدب الاعلى اومما يقرب الى جانب مركز العوالم هو النزول كماان الحركة من جانب ذلک المركز الى جانب ذلک المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه بتحرک السموات على الاستدارة عدم تعين النزول له عليه السلام وايضًالم يلزم من تحركه بتحرک السموات كونه مضطربا وفى نوع من العذاب الا ترى الى الذى ذهب اليه اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط الكواكب التى تدورحولها. وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل لارض حركة حولها وان الارض احدى السيارات عندهم التى منها عطارد والزهرة والارض والمريخ. وقال بعضهم ان الارض هى التى تتحرک هذه

بیانِ مقبول

الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق وبسببها ترى الكواكب طالعة وغاربة. لانها اذا تحركت كذلک وكانت الكواكب ساكنة اومتحركة الى تلک الجهة ايضًا لكن بحركته ابطاء من حركتها ظهرلنا فى كل ساعة من الكواكب ماكانت محتجبة بحدبية الارض فى جانب المشرق واحتجبت عنا بحد بتيهافى جانب المغرب ماكانت ظاهرة لنا فيتخيل ان الارض ساكنة. وان الكواكب هى متحركة بتلک الحركة السريعة الى خلاف الجهة التى تتحرک الارض اليها كمايتخيل ان السفينة الجارية فى الماء ساكنة مع كون الماء متحركا الى خلاف جهة السفينة. وهذا القول وان كان مردودا بان الارض ذات مبدٔميل مستقيم طبعا كما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرک على الاستدارة وبانها لوكانت كذلک لما وصلت الطيور الى جهة المشرق عند طيرانها من المغرب الى المشرق. وان كانت المسافة التى بين مبدٔ مسيرالطيور وبين منتهاه مسافة قليلة الابعد مضى اكثر من يوم وليلة. وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع مافى الجومن الطيور متحركا الى جانب المغرب سواء كان ذلک الطائر متحركا بحركة نفسه الارادية الى المشرق اوالمغرب. وذلک بطوء سير الطيور وسرعة حركة الارض وبوجوه اخرى تركنا ذكرها. وبقوله تعالىٰ شانه﴿وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَبِكُمْ﴾ وبقوله الكريم ﴿اَمْ مَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَا اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ.الاية﴾ فمع بطلان هذا القول نقول انهم مع كونهم عقلاء لم يجزمو اببطلان مذهبه هذا بظهورا ستلزامه عذاب من هو

على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من العلوم العقلية تتزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلك الافلاک على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائر الافلاک بتحريكه اياها ولنا ان نمنع حركة فلک الافلاک المعبر بالعرش فی لسان الشرع على الاستدارة لانه لم يوجد فی الشرع دليل قطعی يوجب الظن بذلک فضلا عن ان يوجب العلم القطعی كيف ولم يثبت ذلک فی خبر قوی ولا ضعيف ان العرش يتحرک على الاستدارة.ويحرک ماتحته من الافلاک بل قدثبت فی اخبار صحيحة ان له قوائم. وهذا بظاهره يابی ان يكون الفلک الذی يصفونه على ما يصفونه ولا يابى ماصح انه مقبب كالخيمة.

وقد ورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملائكة وثمانية منهم يوم القيمة. قال عزوجل﴿وَيَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّکَ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ ای يوم القيمة وعلى هذا كيف المستقيم كون الفلک متحركابالحركة المستديرة وما ورد فی القرآن انما هوسير الكواكب كما قال تعالیٰ﴿لَا الشَّمۡسُ يَنۡبَغِیۡ لَهَا اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ يَّسۡبَحُوۡنَ﴾وقال﴿كُلٌّ يَّجۡرِیۡ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ وقال ماعظم شانه﴿فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۙ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ﴾ وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشترى والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلک الفلک متحركا فلانسلم.انه يلزم بتحركه تحرک سائر الافلاک لان الشرع لم يرد باتصال الافلاک فيما بينها بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع

الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل وردان الارض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة فی فلاة وهكذا السماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة. وهكذا والكل من الكرسی وما تحته بالنسبة الى العرش كحلقة فی فلاة وظاهر انها لوكانت كروية لما صح هذا التمثيل واذا لم يثبت كروية الافلاک لم يثبت حركتها على الاستدارة ولمالم يثبت الاتصال فيما بين الافلاک فمع تسليم تحرک فلک الافلاک لايلزم تحرک ماتحته من الافلاک بل عرفت ان نفس حركة الفلک الاعلى ايضًا لم تثبت فلم يرد ما زعمه المستدل بطريق الالزام تقليد اللاوهام العامة. وحاصل كلامنا هذا كله وورد منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله بانا لانسلم كون الفلک الاعلى متحركا ولئن سلم فلانسلم انه متحرک على الاستدارة ولئن سلمناه فلانسلم ان بتحركه يلزم تحرک باقی الافلاک لتوقفه على اتصالها ولااتصال. فلايلزم تحركها حتى يتحقق مزعومه ولئن سلم كان ذلک فلزوم المحذورات الثلث من عدم تعين جهة الفوق له وعدم تعين النزول له وكونه فی العذاب الدائمی ممنوع مطلوب دليله دانی له ذلک وقد عرفته مفصلا وتامل فيه بالنظر الصائب ليظهر لک مبلغ انكشافه فی علم الهيئة ودركه فی القواعد الهند سية ينكشف لک حقيقة دعواه من المجددية والمحدثية وتقوله المفترى من المسيحية ......الخ.

واستدل القادیانی علی موت عیسٰی علیہ السلام بقوله تعالیٰ ﴿وَمَاجَعَلْنَاهُمْ جَسَدًالَّايَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَاكَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ وتهذيب استدلاله انه لو كان المسيح حيافی السماء لزم كونه جسدا لاياكل الطعام وكونه خالدا وقد نفی الله تعالیٰ ذالک فان مفاد الاية سلب كلی ای لاشیٔ من الرسل بجسد لاياكل ولا احد منهم بخالد ومن المقرر ان تحقق الحكم الشخص مناقض للسلب الكلی والدليل علی كون المفاد سلبا كليا قوله تبارک وتعالیٰ ﴿وَمَاجَعَلْنَا لِبَشَرٍمِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ فانه صريح فی السلب الكلی فاذا ثبت الرفع والسلب كليا بالنص ارتفع الحكم الشخص المستلزم للايجاب الجزئی المناقض لذلک السلب المدلول بالنص فان احد المتناقضين لايجامع النقيض الاخر كما لايرتفع معه وهذا بديهی.

اقول: بتوفيقه تعالیٰ ان فی قوله تعالیٰ ﴿وَمَاجَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا......الخ﴾ انما ورد النفی علی الجعل المؤلف المتحلل بين المفعولين ومفعوله الثانی

قادیانی اپنے استدلال فاسد میں اس آیت کو موت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی پیش کرتا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف محتاج نہ ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔لیکن ہم پہلے اس استدلال کی اصلاح کریں گے اور پھر جواب دیں گے۔استدلال قادیانی کا یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ بھی مان لیا جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا......الخ

الجواب: آیت مذکورہ میں جو حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے وہ جعل بسیط پر وارد نہیں بلکہ جعل

المجعول اليه هو قوله ﴿جسدًا لَّايَاْكُلُوْنَ......الخ﴾ فمدخول النفی هو الجعل المقيد بهذه القيود وظاهر ان المقيد ولويالف قيد لايتصور تحققه الابتحقق كل من تلک القيود والقيود التی ههنا هی تاليف الجعل وكون المجعول اليه جسدا مع تقييده بعدم اكل الطعام فلابد تحقق هذا المقيد من تحقق تلک القيود الثلثة بخلاف الانتفاء. فانه متصور بانتفاء جزء ای جزء كان ولا يتوقف علی انتفاء جميع الاجزاء فينتفی ذلک المدخول للنفی بوقوع غير الجعل موقعه وبانتفاء تاليفه بان يتعلق الجعل المفرد باحدالمفعولين.امابالاول فقط. واما بالثانی فحسب وبرفع خصوص المجعول اليه ووضع امرآخر فی محله وبانتفاء قيد عدم الاكل. ولوسلم تحقق كل قيد ماعدا فرض انتفائه وبانتفاء مجموع القيود وبمعنی انتفاء كل قيد وبانتفاء المقيد. اعنی ذاتا مامع تسليم القيود باسرها فهذه المواد

مؤلف پر ہے۔جس کے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے۔ایک کا نام مجعول دوسرا کا نام مجعول الیہ۔دیکھو اس آیت میں انبیاء علیہم السلام مجعول اور جسد مجعول الیہ۔جو بغیر طعام کے فاسد ہو جاتا ہے۔پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی جو مقید ہے۔اور بدیہی ہے کہ مقید، گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوں نہیں پایا جاتا جب تک کل قیود نہ پائے جائیں۔اب یہاں تین قیدیں ہیں: ایک جعل کا مرکب ہونا، دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا، سوم عدم الاکل کی قید۔لہٰذا یہ جعل مقید بہ ایں قیود جب ہی موجود ہوگا کہ سب قیود پائے جائیں البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہونا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں' بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جائے تو اس چیز کا عدم پایا جائے گا۔اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ بجائے جعل مؤلف کے جو مقید ہے اگر اور ہی چیز

والمواقع ليست الا بالامكان لابالفعل والاطلاق الارفع القيد الاخير. فانه واقع بالفعل ومراد بقوله تعالىٰ ﴿وَمَاجَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا﴾ وتحقق ماعدا ذلك القيد مسلم بل مثبت بالبراهين النقلية القطعيتين وعدم الاكل الذى هو امرعدمى متصور بوجهين بعدم اكل شئ ما اعم من ان يكون طعاما اوغيره وبعدم اكل الطعام خاصة وان وجد معه اكل غير الطعام وعدم ذلك الانتفاء الذى اضيف الى الامر العدمى انما يتحقق بتحقق نقيض ما اضيف اليه الانتفاء فيستلزم انتفاء ذالك العدم الذى هو فى قوة السالبة ثبوت الاكل الذى هو فى قوة الموجبة المحصلة اذعموم الاولى من الثانية انما هو بامكان تحققها بعدم الموضوع وعدم امكان تحققه العين عدمه لضرورة استدعائها وجود الموضوع ومن البديهيات ان الموضوع فيما

فرض کی جائے یا اس کا مرکب ہونا اڑادیں یا بایں طور کہ صرف پہلے مفعول یا دوسرے کیساتھ متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں مگر عدم اکل یا تمام قیود یا مطلق شی کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا فرض کر لیں تو بہرحال مقید بھی معدوم ہوگا' لیکن یہ سب مفہومات ممکن ہی ممکن میں واقع ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں ۔ البتہ ان میں سے عدم اکل کا منتفی ہونا گو ممکن ہے واقعی بھی ہے۔ ماسوا اسکے جتنے ہیں واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے۔ اسلئے ایک عدمات واقعی نہیں۔ جب یہ سن لیا تو اسکا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دوطرح پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام بھی نہ کھایا جائے ۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا جب متحقق ہوگا کہ کھانا متحقق ہو پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کو جو سالبتہ السالبتہ ہے موجبہ محصلہ لازم ہوا گرچہ یہ

نحن فيه موجود. وقد تقرر فى مدارك العقلاء التلازم بين السالبة السالبة وبين الموجبة المحصلة عند وجود الموضوع فيلزم من قوله تعالىٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّايَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾ الذى هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضية موجبة محصلة اعنى كل رسول ياكل الطعام فيقال لمن يدعى به على اثبات موت المسيح ابن مريم ان نسبة الاكل الى كل رسول فى هذه القضية هل هى بالضرورة بحسب الذات اوبحسب الوصف اوفى وقت ماوفى وقت معين اوبحسب الدوام ذاتا اووصفا اوبالاطلاق اوبالامكان

ملازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے' لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم السلام) امر واقعی ہی پر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے، ضرور ہونگے۔

اس واسطے ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ آیت مذکورہ ﴿وما جعلناهم﴾ قضیہ موجبہ محصلہ لازم آتا ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔ اب قادیانی سے مستفسر ہیں کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان کے لئے انکی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کے وہ ذات کے اعتبار سے وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے یا تین زمانوں میں کسی زمانوں میں ثابت ہے یا یوں کہو کہ اسکا ثبوت انکے لئے ممکن ہے خواہ مع قید اللا دوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید اللا ضروری جیسا کہ اول کے ماسوا میں بنا بر ایک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی عند البعض یا لاضرورۃ اللا دوام کی قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ ضروریہ یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کھانا بالضرور ثابت ہے اور دائمہ یعنی ہر رسول کیلئے اکل الطعام دائما ثابت ہے باطل ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع

مع قید اللادوام فی ماعدا الاول والخامس اومع قید اللاضرورة فی ماعدا الاول فقط علی رأی اوفی ماعدا الخامس ایضا کما علی رأی آخر وان لم یکن بعض التراکیب منها متعارفا اولایعتبر قید اللاضرورة ولاقید اللادوام الاول والخامس بدیهی البطلان بوجود نقیض کل منهما وهو امکان عدم الاکل للاول واطلاقه للخامس وکذاالثانی والسادس لعدم مدخلیة وصف الرسالة فی ضرورة الاکل اودوامه کما لامدخل فیهما لمعنون ذلک الوصف وکذا لاتکون ضروریة بحسب الوقت مطلقا لابحسب وقت ماولابحسب وقت معین لان غایة الامران یکون الاکل ضروریا بشرط الجوع والجوع لمالم یکن واجبا فی وقت مالم یکن المشروط به ضروریا فی وقت ماکما صرح به فی کتب المنطق من الکتابة لیست بضروریة فی

النقیضین پایا جائے گا۔اسی طرح پر دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے۔اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کرسکتا ہے۔یہ صریح صادق ہے اس لئے دائمہ کاذب ہوانہیں تو ویسے ہی اجتماع النقیضین لازم آئے گا جیسا کہ گزرا۔ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے۔اس واسطے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یادوام اکل کونہیں چاہتا۔علی ہذا القیاس اکل الطعام رسول کیلئے مطلق وقت میں کوئی وقت ہو اور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں۔آخر یہی تو کہوگے کہ اکل طعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے اور حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ بھوک خود ضروری الوجود نہیں پھر طعام کا کھانا جو اس کا مشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں تو جسکے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت ضروری نہیں۔وجہ یہ ہے کہ کتابت

حین من الاحیان فما ظنک بالمشروط بها والضرورة بشرط الشیٔ غیر الضرورة فی وقت ذلک الشیٔ والاول لایستلزم الثانی کما فی تحرک الاصابع بشرط ا لکتابة. فان التحرک بشرط ضروری. ولیس فی وقتها بضروری فکذلک ضرورة الاکل بشرط الجوع امر وضرورته فی وقت الجوع امر آخر لاتلازم بینهما فضلا عن الاتحاد فاذا لم یکن الاکل ضروری فی وقت مالم تکن القضیة وقتیة مطلقة ولا منتشرة مطلقة فلم تکن وقتیة ولامنتشرة لاستیجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص وکون الاکل ضروریا بشرط الجوع لایقتضی ان تکون القضیة مشروطة ایضا اذ

چونکہ کسی وقت ضروری نہیں۔اور منجملہ اوقات وہ وقت بھی سہی جس میں کتابت متحقق ہے۔بس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت کب ضروری ہوگا، ویسے کھانا گو بشرط الجوع ضروری ہے مگر جوع کے وقت میں ضروری نہیں۔چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔شاید کہوگے کے جب مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہو ضروری ہے تو قضیہ مشروطہ صادق آئے گا (کہ ہر رسول کیلئے بشرط الجوع اکل طعام ضروری ہے) حالانکہ تم کو مضر ہے۔سو واضح ہو کہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آتا۔سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا، کیا معلوم نہیں کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو جسکے ذریعہ سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو اور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے نہ بھوک کا۔پس مشروطہ کیسے بن سکتا ہے بنابریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے خواہ دوام یا لاضرورت کی قید لگائیں یا نہ۔ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جسکا مضمون یہ ہے (کہ یارسول اکرم آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے) کیونکہ

المشروطة مایوجد فیه الضرورة بشرط الوصف العنوانی لابشرط ای وصف کان ومن الظاهر ان الوصف العنوانی فی القضیة انما هو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم یبق الاان یکون بالاطلاق اوالامکان مع قید اللادوام اواللاضرورة اوبدونه والاول من کل منهما متعین بدلیل قوله تعالیٰ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ﴾فیکون وجودیة احد جزئیها ثابت بهذه الایة وثانیهما بما مرمن البیان وهی ان کانت مستلزمة لما عداها لاکنها...لکونها اخص

اس آیت کا ماحصل یہی ہے کہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہروقت میں۔ پس جیسا کہ ہروقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے۔ ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جبکہ اس ممکنہ اور مطلقہ کولا دوام کی قید لگائیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ ایسا ہو کہ پہلی جزء آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری جزء یعنی لا دوام کا مفہوم ہماری سابق تقریر سے پایا ثبوت کو پہنچا۔ البتہ اس وجودیہ کو بسبب اسکے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹھہرے گا۔ اس واسطے اسکی دو جزء لے کر قضیہ بنائیں گے پھر دیکھیں گے کہ وہ اہل اسلام کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہیں۔ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتا ہے اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی سے مخالفت نہیں رکھتا کیونکہ یہ قضیہ (کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے) صادق ہے اور جو ہم نے قبل اس کے بیان کیا ہے کہ بھوک ضروری ہے سو اسکی دلیل یہ ہے کہ درونی اور بیرونی اسباب کے سبب سے اجزاء کیسے ہیں اور ان اجزاء کم

احق بالاعتبارو ینجل الی قولنا کل رسول یاکل الطعام بالفعل ولاشئ من الرسول یاکل الطعام بالفعل وهذه القضیة لاتناقض ماذهب الیه الاسلامیون لانه یصدق قولنا المسیح ابن مریم اکل للطعام بالفعل ولیس یاکل بالفعل وماقررنا قیل من ان الجوع لیس بضروری لان الجوع خلو الباطن و اقتضاء الطبیعة بدل مایتحلل منه وذلک فرع التحلل ولاارتیاب فی تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلیة والخارجیة ولا تحدید لمراتبه. فالتحلل الذی فی مرتبة ناقصة غیر التحلل الذی فوقه یجوز سلب کل منهما عن الاخر. وکذلک یقال فی جمیع مراتبه عیناها فهومسلوبة عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهمامسلوبتان عنها فهذا حکم اجمال علی کل مرتبة بامکان سلبها عن جمیع المراتب الاخر کامکان سلب المراتب الاخرعن تلک المرتبة وهذا فرع امکان السلب فی نفس الامراذ سلب مرتبة معینة فی مرتبة اخری سلب مقید. والسلب فی نفس الامراعم من ان یکون ذلک السلب مقیدا بکونه فی مرتبة اخری اولا سلب مطلق ولاریب فی ان امکان المقید فرع امکان المطلق ومتاخرعنه واذا کان الامر کذلک امکن سلب التحلل راسا.

فامکن انتفاء الجوع اصلامع بقاء الشخص بل حکم اللّٰه تعالیٰ بتحقیق انتفاء الجوع فی القرآن ولم یکتف بمحض امکانه وقال وعز من قائل مخاطبا لآدم علیه السلام ﴿اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَلَاتَعْرٰیo وَاَنَّکَ لَاتَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا تَضْحٰی﴾ ولیس ذلک الالعدم التحلل کما ان عدم الضحی لعدم الشمس وحمله علی عد دوام الجوع اوعلی عدم استعداده

غیر صحیح والاصح حمل جمیع الافعال المدخولة بحرف النفی علی نفس دوامها اوعدم اشتدادها. وامثال هذا لاتصح ولا تستقیم الالوجود ضرورة داعیة وای ضرورة احوجناالی صرف اللفظ عن الظاهر وحمله علی غیر الظاهر بحیث لاینتقل الیه الذهن اصلا. والتمسک علی وجود تلک الضروة بقوله ﴿وَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾غیر مستقیم وان اطلاق الاکل واباحته لهما لایقتضی الجوع اذ کما ان الفواکه فی الدنیالاتوکل الالحصول اللذة لالدفع الجوع کذا طعام الجنة والافتقار الیه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لاجوع ولا تحلل. وانما یکون

شدہ گہی ہوئی کے قائم مقام ہونے کو بھوک کہتے ہیں پس جب یہ کہنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ تحلل یعنی ...... کے اسباب مختلف ہوں گے تو بالضرور تحلل کے درجے بھی مختلف ہوجائیں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ تحلل کے درجہ بے شمار ہیں پس بنابراں کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے۔ ہرایک دوسرے سے سلب کیا جاسکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلل اعلیٰ نہیں ہے اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں۔ غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مدنظر رکھیں اس سے جوادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی ان دونوں کواس معین درجہ سے رفع کرسکتے ہیں تو گو یہ اجمالاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسواسب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔ اب واضح ہوگیا کہ یہ سلب مقید ہے جب یہ ممکن ہوا تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور مقید بجز امکان مطلق کے ممکن نہیں ہوسکتا۔

اکله لحصول اللذة فقط. فان لم تقنع بما قلنا فطالع التیسیروالوجیز وکیف لامع انه قد تاکد وتاید بما صح ان فی الجنة بابا. یقال له الریان من دخل شرب ومن شرب لایظمأ ابدا ولافرق بین الجوع والظمأ فلما لاامتناع فی عدم التعطش لاامتناع فی عدم الجوع ولایرد علی ماقلنا من انه اذا امکن سلب التحلل امکن انتفاء الجوع انه احتجاج بلادلیل اذ انتفاء العلة لایستلزم انتفاء المعلول. بدلیل ماتقرر عند الاصولیین من جواز تعدد العلل علی معلول واحد فلا یلزم انتفاء المعلول بانتفاء واحد منها لجواز تحققه بتحقق علة اخری منها کعدم صحة الاحتجاج علی الحکم. بان زید الم یمت بانتفاء واحد من علل الموت کما یقال لانه لم یسقط من اعلی الجبل فهذا الاستدلال غیر صحیح اذ الموت کما یتحقق بالسقوط من اعلی الجبل کذلک به عن اعلی سطح البیت ومن فوق الشجرة الطویلة وبضرب من السیف والحجروامثاله وبنحو امراض یستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها. کیف یجزم بانتفاء الموت اصلاً لامکان تحققه بتحقق واحد آخر من تلک الانواع وعدم وروده. لان التحقیق ان المعلول اذا انحصر فی العلة وتکون العلة لازمة له وهی مفسرة فی کتب القوم بمالولاه لامتنع الحکم المعلول فانتفاء ها یستلزم انتفاء المعلول اذلا یتصور تعدد العلل بهذا المعنی حتی یمکن عند انتفاء احد ها ثبوته باخری منها فاذا لم یجز تعدد العلة وانحصر المعلول الواحد فی العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة بهذا

المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم. فالاستدلال على عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء الملزوم ولاريب فى صحته والتحلل بالنسبة الى الجوع كذالک لانه المتوقف عليه الجوع بمعنى لولاه لامتنع لابمعنى الامر المصحح لدخول الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذا لايلزم من انتفاء الجوع انتفاء الاكل لجواز تحققه بدونه بعلة غير الجوع كا ستحصال اللذة وقصد علاج ونحوه. وهذا واضح على من له ادنى تامل .

﴿وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ناقل الايات والاحاديث والتفاسير والفقه والعبارات

القاضى غلام گيلانى الحنفى الفنجابى

ثم چهارچهى ثم الشمس آبادى عفى عنه



حضرت علامہ

قاضی غلام ربّانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِقادیانیت

حالات زندگی:

حضرت علامہ غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی بن قاضی نادر دین بن قاضی جنگ باز قدس سرہم تقریباً ۱۸۷۱ء میں علاقہ چھچھ کے مشہور قصبے شمس آباد میں پیدا ہوئے۔

حضر علامہ قاضی محمد غلام محمد ربانی قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور پھر اسی دور کی علاقائی درس گاہوں میں تحصیل علم کے بعد یو پی کا رخ کیا اور مدرسہ عالیہ رامپور کے جلیل القدر اساتذہ سے علم کی تکمیل کی۔ ان اساتذہ میں حضرت علامہ فضل حق رامپوری، مولانا ابوطیب مکی اور مولانا منور علی شامل تھے۔

سند فراغت کے بعد آپ اپنے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ کے ہمراہ ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ایک اسلامیہ کالج میں عربی لیکچرار کی حیثیت سے بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے مرید خاص تھے۔ قبلہ پیر صاحب نے آپ کو متعدد اوراد و وظائف کی اجازت عطا فرمائی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت وخلافت کی سعادت سے بھی سرفراز فرمایا۔ بنگال میں دس پندرہ سال کے عرصے میں وعظ و ہدایت میں اتنے مشہور ہوئے کہ "مولانا پنجابی" کے نام سے معروف ہوگئے۔ آپ کی دعوت رشد و ہدایت کی بدولت ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی اور کئی غیر مسلم خاندان مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آپ ہنس مکھ، کشادہ دل، مہمان نواز اور نہایت مخلص تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ دس بیس آدمی اکثر اوقات آپ کے کھانے میں شریک ہوتے۔ آپ کا حلقہ

اثر بہت وسیع تھا۔ آپ کے تقریباً پچاس ہزار سے زائد مریدین تھے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ جس موضوع پر بولتے دریا بہادیتے تھے۔ قادیانیوں، شیعوں، وہابیوں اور دیگر بدمذہبوں کو آپ نے للکارا۔ کوئی بھی آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکا۔ آپ کی بہت بڑی لائبریری جس میں کئی نادرونایاب کتب تھیں جو آپ کے وسعت مطالعہ کی مظہر تھیں۔ آپ اردو، فارسی، عربی اور بنگالی زبان میں دسترس رکھتے تھے۔ نعت گوشاعری بھی کی لیکن افسوس آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا۔ جہاد بالقلم میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے جن سے آپ کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً

☆...... جامع الکلام فی بیان المیلاد و القیام.

☆...... فوز المرام فی بیان حادی عشر لغوث الانام .

☆...... الدلیل المبین فی اعراس الصالحین.

☆...... التحقیق الصواب فی مسئلة المحراب.

☆...... البیان فی اخذ الاجرة علی الاذکار و تلاوة القرآن.

رد قادیانیت :

آپ کے رد قادیانیت پر دو مختصر رسالے دستیاب ہوئے ہیں:

۱...... مرزا کی غلطیاں۔

۲...... رد قادیانی۔

ان دونوں رسالوں کے علاوہ آپ نے تیغ غلام گیلانی کا تتمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ تین دن علیل رہنے کے بعد ۱۲ دسمبر ۱۹۴۶ کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ نماز جنازہ میں علماء ومشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کا مزار پرانوار شمس آباد ضلع اٹک کے قبرستان میں واقع ہے۔



مرزا کی غلطیاں

تصنیف لطیف

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

مرزاغلام احمد قادیانی کا مدت دراز سے یہ دعویٰ تھا کہ چوں کہ میں محدث یعنی نبی ہوں۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تقریر وتحریر ایسی معجز عنایت کی ہے کہ کل روئے زمین کے فصحاء وبلغاء اس سے عاجز ہیں۔ مرزا نے بہت رسالے اور ایک آدھ دیوان عربی وفارسی بھی لکھا۔ مگر کسی عالم علم دار نے اس کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ مگر مرزائی لوگ چوں کہ اس کے علم کی لافیں اور لن ترانیاں بڑے زور وشور سے مار مار کر کہتے ہیں کہ اُس کی مثل منشی اور شاعر اور فصیح وبلیغ ونحودان کوئی آج کل موجود نہیں۔

لہٰذا قدرے بمثال بمشتے نمونہ خروارے اُس کی غلطیاں اُس کی کتاب ''اعجاز المسیح'' سے لکھتا ہوں۔ فاقول وباللہ التوفیق نعم الرفیق۔ قادیانی نے ''اعجاز المسیح'' کے ''اول صفحہ'' پر لکھا ہے۔(۱)فی سبعین یوما من شهر الصیام.

اقول: رمضان شریف تو ستروں (۷۰) کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل خالی نہ ہوگا ایہام معنی غیر مراد سے جو منافی ہے فصاحت وبلاغت کو اس صفحہ میں ہے۔ (۲) وکان من الهجرة ۱۳۱۸ھ ومن شهر النصاری۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء۔

اقول: بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔ اسی صفحہ میں ہے۔

(۳) مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور۔

اقول: ضلع گورداسپور بھی خلاف محاورہ ہے۔ نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے گورداسپور کے (غورداسفور) یا جورداسپور چاہیے تھا۔ بلکہ من جهة الترکیب والاعراب بھی۔ اسی

صفحہ میں ہے(۴) باہتمام الحکیم فضل دین۔

اقول: بعد التعریب فضل الدین چاہے۔

قال: ص۲ کدست غاب صدرہ. او کلیل افل بد رہ.

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کے ص۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔

قال: ص۲ وخلت راحتها من بخل المزنة۔

اقول: ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا۔ اور تعلیلیہ موہم ہے۔ معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا محل تھا۔

قال: کاحیاء الم ابل للسنة الجماد.

اقول: یہ بھی مقامات حریری کے ص۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: وعاد جرها و سبرها.

اقول: یہ مثل مشہور ہے۔

قال: ص۳ من کل نوع الجناح۔

اقول: کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا فائدہ دیتا ہے۔ جو یہاں پر مقصود نہیں۔ اس لیئے نوع للجناح چاہئے تھا۔

قال: ص۳ کل امرهم علی التقوی .

اقول: یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لئے کل امرلهم چاہئے۔

قال: فلا ایمان له اویضیع ایمانه۔

اقول: لفظ ایمان کا تکرار مستکرہ ہے۔

قال: ص۷ وافرق بین روض القدس وخضراء الدمن.

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کی ہے۔

قال: کالربیع الذی یمطر فی ابانه.

اقول: یہ بھی حریری سے ہے۔

قال: وعندی شهادات من ربی لقوم مستقرین ورجه کوجه الصادقین.

اقول: ''ووجه'' عطف ہے شہادات پر، گویا وعندی وجه ہوا اور یہ خلاف محاورہ محققین ہے کیونکہ وجه جزء ہے اور جزء پر عند نہیں آتا۔

قال: ماقبلونی من البخل والاستکبار.

اقول: ''من'' کا کلمہ یہاں پر ''قبلو'' مثبت کے لئے تعلیلیہ نہیں ہوسکتا اور نفی مستفاد من الحرف کے لئے خلاف محاورہ ہے اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہئے۔

قال: ص۸ حتی اتخذ الخفافیش وکرا جنانهم.

اقول: ترجمہ یہ ہے۔ ''یہاں تک کہ چمگادڑوں نے مخالفین کے دل کو آشیانہ بنالیا۔ جنانهم پہلا مفعول ہوا۔ اتخذ کے لئے اور وکرا دوسرا مفعول ہوا۔ ''اتخذ'' چوں کہ بنفسه متعدی الی المفعولین ہے لہٰذا لام کا لانا فضول ہے۔ دوسرا ''تقدیم مفعول ثانی'' کی بے وجہ ہے۔ تیسرا جنان اور وکر کا بلحاظ ماقبل یعنی قولهم وفضلهم واعیانهم. کے جمع ہونا چاہیے۔

قال: ص۹ واعطی ماتوقعوہ۔

اقول: اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔ لہٰذا واعطوا چاہئے تھا۔

قال: ص۹، مفتری۔

اقول: مفتر چاہئے۔

قال: ص ۹ واکفروه مع مریدیه واعوانه وانزل الله کثیرا من الآی فما قبلوا۔

اقول: وانزل الله کثیرا فصل کا محل ہی کوئی کلمہ دالہ علی الفصل چاہیے۔

قال: ص ۱۱ وقدموا حبّ الصلات علی حب الصلوة.

اقول: ''حریری'' کے پہلے مقالہ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: ص ۱۳ بل یریدون ان یسفکوا قائله۔

اقول: ان یسفکوا دم قائله چاہیے۔ لایقال سفکم یدا بل دمه.

قال: ولماجاء هم امام بما لا تهوی انفسهم.

اقول: قرآن کا سرقہ ہے بتغیر ما .

قال: وجعل قلمی وکلمی منبع المعارف.

اقول: منابع المعارف یامنبعی المعارف چاہیے۔

قال: وکان غبیا ولوکان کالهمدانی اوالحریری فما کان فی وسعه ان یکتب کمثل تحریری .

اقول: یہ غبی جناب فضیلت مآب ''مولانا مہر علی شاہ صاحب گولڑوی'' کو کہتا ہے۔ ایسے عمدۃ الفضلاء کو غبی کہتا ہے، حالانکہ اعلیٰ قسم کا غبی تو خود ہے جو ''غیر المغضوب علیهم ولا الضالین'' سے سمجھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخص جیسا کہ جہال کا فرقوم ہے کوئی چیز نہیں، اگر علم الٰہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب علیهم ولا الدجال۔ دیکھو ص ۱۸۹ اور اسی ''اعجاز المسیح'' کے صفحہ ۴۲ پر مرزا نے لکھا ہے کہ مالک یوم الدین میں یوم الدین جو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانے کا نام

رکھا ہے وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانه زمان یحیی فیه الدین.

اقول: لعنة الله علی الکاذبین المحرفین فی کتاب الله تعالی۔ اللہ تعالیٰ تو خود قرآن پاک میں یوم الدین کی تفسیر اس طرح پر فرماتا ہے۔ ﴿وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ یعنی گناہ گار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں گے۔ اگر یوم الدین قادیانی کا زمانہ ہے، تو اسی وقت سے حساب وکتاب ہو کر گناہ گاروں کو دوزخ میں داخل کیا جاتا۔ پھر باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَمَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۝ یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا ۝ وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾ غور کرو ﴿یَوْمُ الدِّیْنِ﴾ اور ﴿یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا﴾ دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔ اور یہی مرزا قادیانی پھر ص ۳۵ پر لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ﴿وله الحمد فی الاولی والآخرة﴾ دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولی حمد سے پہلا ''احمد یعنی آنحضرت ﷺ'' اور آخرہ حمد سے پچھلے ''احمد'' کا اشارہ ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی پھر اس کے بعد لکھتا ہے۔ وقد استنبطت هذه النکتة من قوله الحمد لله رب العالمین۔ ''سبحان اللہ یہ مرزا کا استنباط ہے جس پر صرف میر پڑھنے والے طلباء بھی مزاح کرتے ہیں'' کیونکہ ایسے استنباطوں سے تو حضرت ﷺ بھی بے خبر تھے۔

قال: ص ۲۷ وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی.

اقول: حدیث کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۲۷ . وحجته بالغة تلدغ الباطل کالنضناض .

اقول: حریری کے ص ۴۹ سے مسروق ہے۔ بتغیر ما۔

قال: ومانا الاخاوی الوفاض .

اقول: ''حریری'' کے ص۸ کا سرقہ ہے۔ بازدیاد۔

قال: ص ۲۸ ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات .

اقول: مااعطی کی جگہ یااعطیت چاہیے۔

قال: ص ۳۲ ولا ترهق بالتبعة والمعتبة .

اقول: حریری کے صفحہ۲ کا سرقہ ہے۔

قال: عن معرة اللكنَ.

اقول: حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔

قال: وتوفيقا قائدا الى الرشد والسداد .

اقول: حریری سے لیا ہے۔

قال: ص ۳۶ ان اری ظالعه کا لضلیع .

اقول: مسروق من الحریری ص۵ بتغیر ما.

قال: ص ۳۹ یقال عثاره .

اقول: حریری کے ص۵ سے مسروق ہے بتغیر ما.

قال: اقتعد منا غارب الفصاحة وا متطی مطایا الملاحة.

اقول: حریری کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ بالاعانة علی الابانة .

اقول: حریری کے ص۳ کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ ویعصمهم من الغواية ویحفظهم فی الروایة والدرایة .

اقول: حریری، ص۳ کا سرقہ ہے بتغیرما .

قال: وای معجزة.

اقول: وآیة معجزة چاہیے۔

قال: کمجهول لایعرف ونکرة لاتعرف .

اقول: حریری ص۵ سے مسروق ہے۔

قال: ص ۵۰ فکل رداء نرتدیه جمیل.

اقول: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ قال السموأل بن عادیا.

اذا المرء لم یدنس من اللوم عرضه . فکل رداء یرتدیه جمیل. (حماسہ۲ ص۱۴)

قال: ص ۵۵ لاشیوخ ولاشاب.

اقول: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا بے وجہ ہے۔

قال: ص ۵۵ کنز المعارف ومدینتها وماء الحقائق وطینتها.

اقول: مقامات کی عبارت ہے۔

قال: ص ۵۸ کمایملأ الدلو الی عقد الکرب .

اقول: مقامات بدیع کے شعر ثانی کا مصرعہ ہے بازدیاد لفظ کما۔

قال: ص ۶۰ القیت بها جر انی .

اقول: مقامات حریری کے ص۱۲۴ کا سرقہ ہے۔

قال: کادراک العهاد السنة جماد .

اقول: حریری کے ص۱۲۴ کا سرقہ ہے بتغیرما

قال: ص ۶۴ فصاروا کمیت مقبور. وزیت سراج احترق ومابقی معه من

نور.

اقول: دوسرا سجع پہلے سے بہت بڑا ہے۔ یہ عند الفصحاء والبلغاء عیب ہے اور دونوں مضمون مسروق ہیں۔

قال: ص ۶۴ فما کانا ان یتحرکوا.

اقول: یہاں مصدر کا حمل ناجائز ہے۔ اس لئے (ان) نہ چاہئے تھا۔

قال: ص۷۷ ومثلها کمثل ناقة تحمل کلما تحتاج الیه توصل الی دیار الحب من رکب علیه.

اقول: ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

قال: ص ۸۱ وهذا الرجیم هو الذی ورد فیه الوعید اعنی الدجال.

اقول: عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں جو شیطان ہے اس سے تو مراد ''ابلیس'' ہے۔ اور رجیم جو اس کی صفت ہے۔ اس سے مراد ''دجال'' ہے۔ جس کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آج تک تو یہی سنتے رہے۔ کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں مرزا قادیانی نے کیا ثابت کر دیا کہ ان کا مصداق مغایر بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا نحودانی ہے۔

قال: ص ۸۳ لزم الله کافة اهل الملة.

اقول: کافہ کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

قال: ان الاسم مشتق من الوسم .

اقول: هذا خلاف ما صرح به الثقات .

قال: ص ۱۲۷ طرف الله ذا الجلال

اقول: ذاالجلال منصوب غلط ہے۔

قال: ص ۱۲۹ الامن اعطی له عینان.

اقول: خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطی کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا حقدار ہے۔

قال: ص ۱۳۰ ومن اشرف العلمین واعجب المخلوقین وجود الانبیاء والمرسلین.

اقول: وجود کا لفظ نہ چاہیے عدم صحة العمل.

قال: ص ۱۴۰ وذلک وقت المسیح الموعود وهو زمان هذا المسکین والیه اشار فی ایة ''یوم الدین'' فی ''سورة الفاتحه''. ثم قال فی ص ۱۴۳ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین .

اقول: لعنة الله علی الکاذبین المحرفین .

قال: الاقلیل الذی هو کالمعدوم .

اقول: دعویٰ تو فصاحت وبلاغت کا اور موصوف نکرہ اور صفت معرفہ لائے۔ واہ واہ۔

قال: ص ۱۲۳ ان یجعل الله احمد کل من تصدی لعباده.

اقول: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

قال: وان لا تؤذی اخیک.

اقول: اخاک چاہئے۔

قال: وانهم ثمرات الجنة فویل للذی ترکهم.

اقول: ترکها چاہئے۔

قال: الظن ان یکون الغیر.

اقول: اے فصیح صاحب کلمہ غیر تو معروف باللام نہیں ہوتا۔

قال: ینفضفون تضنضنة الصل ویحملقون حملة البازی المطل.

اقول: ''مقامات حریری'' کے ص ۱۵۶ سے مسروق ہے بتغیر ما.

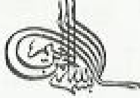
قال: ص ۴۱ فقد الغدم علمه کثلج بالذوبان.

اقول: الغدم کا لفظ غیر مستعمل ہے۔ محاورہ فصحا میں عدم چاہیے۔ دیکھو قاموس نقل از حجۃ اللہ البالغہ. وفیه کفایة لذوی الدرایة. ایسا ہی اس کی تصنیفات میں عربیت کے قاعدہ سے بکثرت غلطیاں ہیں۔

محمد غلام ربانی پنجابی شمس آبادی کیملپور

وماعلینا الا البلاغ المبین

فائدہ: جس شخص کے علم کا یہ حال ہے لوگ اس کو مہدی موعود کیونکر ماننے لگے اس نے اپنے ماننے والوں کے لئے قرآن وحدیث سے نہ کوئی فتاویٰ بتایا نہ کوئی ایسی کتاب کہ جس سے کل احکام نکالے جاتے۔ اس کے ماننے والے مثل سابق دستور کے اب بھی اسی صرف ونحو وفقہ واصول وتفسیر وغیرہ فنون پر کاربند ہیں، جو کہ غیر لوگوں کے بنے ہوئے ہیں۔ جس قدر سستی اسلام کی لوگوں میں تھی وہ ویسی ہی ہے۔ کوئی بدعت مروجہ دور نہ ہوئی۔ خالی نام کا مہدی بنا۔ کام مہدی کا ایک بھی نہ کیا اور فوت ہوگیا بلکہ مرزا کی ذات سے تو اور علماء صلحاء سابقہ وموجودہ جو کہ مدرسین وصاحب تصانیف مفیدہ وواعظ حقانی ہیں عامہ مخلوق کے حق میں اچھے ہیں کہ وہ بالکل بے ضرر ہیں اور مرزا نے ہدایت اسلام تو کسی کو نہ کی' الٹے اور فتنے وفساد برپا کردیئے۔ اب اس کے خلیفے بھی پنبہ غفلت درگوش ہوکر راہ راست کو اختیار نہیں کرتے بلکہ دن رات لوگوں کی تباہی میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے۔ (محمد غلام ربانی ۱۲)



رسالہ رد قادیانی

تصنیف لطیف

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در ثبوت ایں امر کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بآسمان رفتہ اند وتاحال بر آسمان اند۔ ایں آیت زیریں درحق عیسیٰ علیہ السلام وارد شدہ۔ قولہ تعالیٰ ﴿وجیها فی الدنیا والاخرة ومن المقربین﴾ ای عند ربه بارتفاعه الی السماء وصحبة الملائكة فیها(روح البیان،جلداول) وهمدراں جلد تفسیر روح البیان،صفحه ۳۲۸ فرموده ولما رفع الی السماء وجد عنده البرة كان یرقع بها ثوبه. فاقتضت الحكمة الالیته نزوله فی السماء الرابعة الخ. ﴿اذا قال الله یا عیسیٰ انی متوفیک﴾ ای مستوفی اجلک. ومعناه انی عاصمک من ان یقتلک الكفار وموخرک الی اجل كتبته لک وممیتک معتف انفک لاقتلا بایدیهم ﴿ورافعک﴾الآن ﴿الی﴾ ای الی محل كرامتی ومقر ملائكتی وجعل ذلک رفعا الیه للتعظیم.الخ ﴿ومطهرک﴾ ای مبعدک ومنحیک ﴿من الذین كفروا﴾ ای من سوء جوارهم وخبث صحبتهم ودنس معاشرتهم.

قیل ینزل عیسیٰ علیہ السلام من السماء علی عهد الدجال حكما عدلا، یكسر الصلیب، ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة فیفیض المال حتی لایقبله احد ویهلک فی زمانه الملل كلها الا الاسلام ویقتل الدجال ویتزوج بعد قتله امرأة من العرب وتلد منه ثم یموت هو بعد مایعیش اربعین سنة من نزوله فیصلی علیه المسلمون لانه سأل ربه ان یجعله من هذه الامة فاستجاب الله دعائه الخ. (جلداول،صفحہ۳۳۱) قوله تعالیٰ ﴿وما قتلوه وما

صلبوه ولكن شبه لهم﴾ فاجتمعت كلمة اليهود على قتل عيسىٰ علیہ السلام فبعث الله تعالىٰ جبرائيل فاخبره بانه يرفعه الى السماء...... الخ (صفحہ۵۱۳،جلداول)

قوله تعالىٰ ﴿بل رفعه الله اليه﴾ رد وانكار لقتله واثبات لرفعه. قال الحسن البصرى اى الى السماء التى هى محل كرامة الله تعالىٰ۔ رفع الى السماء لما لم يكن وقوله الى الوجود الدنيوى من باب الشهوة وخروجه لم يكن من باب المنية بل دخل من باب القدرة وخرج من باب العزة الخ. ﴿وكان الله عزيزا﴾ لايغالب فيما يريده فعزة الله تعالىٰ عبارة عن كمال قدرته فان رفع عيسىٰ علیہ السلام الى السموات وان كان متعذرا بالنسبة الى قدرة البشر لكنه سهل بالنسبة الى قدرة الله تعالىٰ لايغلبه عليه احد ﴿حكيما﴾ فى جميع افعاله واما رفع الله عيسىٰ علیہ السلام كساه الريش والبسه النور وقطعه عن شهوات المعطم والمشرب وطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فكان انسيا ملكيا سماويا ارضيا.

قال وهب بن منبة بعث عيسىٰ على راس ثلثين سنة ورفعه الله وهو ابن ثلث وثلاثين سنة وكانت نبوتة ثلاث سنين. فان قيل لم يرد الله تعالىٰ عيسىٰ الى الدنيا بعد رفعه الى السماء. قيل اخر رده ليكون علما للساعة وخاتما للولاية العامة لانه ليس بعده ولى يختم الله به الدورة المحمدية تشريفا لها بختم نبى مرسل يكون على شريعة محمدية يؤمن بها اليهود والنصارى ويجدوالله به عهد النبوة على الامة ويخدمه المهدى واصحاب الكهف ويتزوج ويولد له ويكون فى امة محمد ﷺ وخاتم اولياء ووارثيه من جهة الولاية. واجمع السيوطى فى تفسير الدرالمنثور



فى سورة الكهف عن ابن شاهين اربعة من الانبياء احياء اثنان فى السماء عيسىٰ وادريس عليهما السلام واثنان فى الارض الخضر والياس عليهما السلام فاما الخضر فانه فى البحر واما صاحبه فانه فى البراه واعلم ان الارواح المميمة التى من العقل الاول كلها صف واحد حصل من الله ليس بعضها بواسطة بعض وان كانت صفوف الباقية من الارواح بواسطة العقل الاول كما اشار ﷺ انا ابو الارواح وانا من نور الله والمؤمنون فيض نورى فاقرب الارواح فى الصف الاول الى الروح الاول والعقل الاول روح عيسوى لهذا السر شاركه بالمعراج الجسمانى الى السماء وقرب عهده بعهده. فالروح العيسوى مظهر الاسم الاعظم وفائض من الحضرة الالية فى مقام الجمع بلا واسطة اسم من الاسماء روح من الارواح فهو مظهر الاسم الجامع الآلهى وراثة اولية ونبينا علیہ السلام اصالة كذا فى شرح الفصوص الخ. (روح البيان جلد اول،صفحہ۵۱۲) ﴿وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته﴾ اين هر دو ضمير برائے عيسىٰ علیہ السلام اند والمعنى ﴿وما من اهل الكتاب﴾ الموجودين عند نزول عيسىٰ علیہ السلام من السماء احد الاليومنن به قبل موته۔ وفى الحديث ان المسيح جاىٔ فمن لقيه فليقرئهٗ منى السلام الخ.(صفحہ۵۱۵) ﴿يكلم الناس فى المهد وكهلا﴾ مراد بتكلم دركهل اينست كه كلام خواهد كرد در آخر زمان بعد نازل شدن او از آسمان قبل زمانۂ كهولت الخ.

در مذهب مالكيه احمديه شافعيه وغيره جميع مذاهب حقه مشهور بلكه متواتر ست كه حضرت عيسىٰ علیہ السلام بهمين جسم عنصرى

ای خاکی بر آسمان رفته اند و قبل از قیامت بهمین جسم از آسمان فرود آیند وکارهائی که بایشان متعلق باشند خواهند کرد از مذهب شافعیه نیز عبارت یك کتاب فقط برائے نمونه حاضر میکنم در نهایة الامل لمن رغب فی صحة العقیدة والعمل. الشیخ محمد ابی حضیر الدمیاطی،صفحه ۱۰۸ نوشته دجال یك شخص ست از بنی آدم کوتاه قد. وهو رجل قصیر کهل براق الثنایا عریض الصدر مطموس العین. واکنون موجود ست نام اوصاف بن صیاد وکنیت آن ابو یوسف ست وگفة شد که نام اوعبد الله است وآن از قوم یهود ست یهودیان انتظار او میکنند چنانکه مسلمانان انتظار امام مهدی رحمة الله تعالیٰ علیه میکنند خارج باشد در آخر زمانه بندگان را پروردگار مبتلا خواهد کرد که زمین وآسمان وهمه چیز درادن وقدرت او کرده شود وطعام وآب میوه وزروسیم وهر اسباب آرام درسست اوباشد(دران وقت معاش اهل اسلام تسبیح وتهلیل وتقدیس پروردگار وقوت روحانی باشد) ومردگان بادجال کلام کنند وهر قسم فتنه وفساد در زمانه او برپا شود کسی که سعادتمند ازلی ست ازو دور ماند وشقی ازلی تابع اور باشد واو خارج خواهش شد از جانب مشرق از قریه سرابادین یا از عوازن یا از اصبهان یا از مدینۂ خراسان وابوبکر صدیق رضی الله عنه فرموده درمیان عراق وخراسان وآن اکنون موجود ست ومحبوس ست در دیر عظیم زیر زمین بهفتاد هزار زنجیر مقید ست وبر او مروی زور آور عظیم قد مقرر ست دردست او از آهن گرفته است

وقتیکه دجال ارادۂ حرکت کند آن مرد عظیم البدن آنرا بآن گرز آهنی میزند. پس قرارمی کند و پیش دجال یك اژدهائی عظیم ست وقتیکه دجال نفس میگیرد اژدهائی عظیم ارادۂ خوردن او می کند پس بوجه خوف آن مار عظیم دم زدن هم نتواند وقتیکه دجال خواجه خضر علیه السلام را قتل کرده دو قطعه بکند ودرمیان هر دو قطعه برخر خود سوار شده بگذرد باز زنده کند و پرسد که مرا خدا میگوئی یا نه خواجه خضر علیه السلام انکار فرماید همچنیں سه بار قتل کرده زنده گرداند(بعده بر قتل او قدرت نیابد) همه بلاد و امصار در حکومت آرد مگر مکه معظمه ومدینه منوره وبیت المقدس وکوه طور وقتیکه باری تعالی ارادۂ هلاك آن دجال وهلاك تابعین دجال وهلاك تابعین کند ناگاه فرود آید از آسمان حضرت عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام ازمناره مسجد دمشق بوقت عصر ونماز خواند همراه امام مهدی رضی الله عنه ودر روایتی امام مهدی رضی الله عنه امام شود ودر دیگر روایت آمده که عیسیٰ علیه السلام امام باشد بعد از ادائی نماز برائی قتل دجال برود برخرخود سوار شده یا بر براق نبوی صلی الله علیه وسلم که در معراج آمده بود یا بر اسپ که بقد مثل استر(خچر) باشد و به نیزه دجال را قتل کند وخون او مردمان رابنماید وهمه یهود از رسیدن باد نفس عیسیٰ علیه السلام مثل گداختن قلعی گداخته شوند وبادوم عیسیٰ علیه السلام تا بدو از ده کرده خواهد رفت هرکافر راکه رسد آب خواهد شد.

روایت ست که هر کافر که درپس سنگ ودرخت پوشیده

دجال کفار اند ومراد از مهدی وعیسیٰ علیہ السلام مردیست که صفت مهدویت وعیسویت درو باشد یا روح هر دو دران حلول کرده باشد چنانچه قادیانی خود را مصداق این می ساخت وافعال واقوال وعقائد قادیانی خود شاهد عدل اندبرا ینکه صادق امام مهدی بودن برکنار باد امام مهدی رضی اللہ عنہ وعیسیٰ علیہ السلام نیز بر اونگذشته غرض که همه اهل اسلام از شرقاًغربا برهمین ایمان آور ده اند که ضرور مهدی رضی اللہ عنہ وعیسیٰ علیہ السلام پیدا باشند قبل از قیامت وکسی که همه امت مرحومه محمدیه ودیگرامم سابقه رابر ضلال داند اوخود ضال ومضل ست. ع

همه شیران جهاں بسته این سلسله اند

روبه از حیله چساں بگسلد این سلسله را

والله تعالیٰ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

العبد المفتقر الی الفیض السبحانی غلام ربانی

الحنفی مذهباً والچشتی مشرباً

فالنضحابی ثم الجهاچهی ثم الشمس آبادی مسقطا ومسکنا

کان الله له ولوالدیه ولمشایخه ولاساتذه ولاقربائه ولاحبائه

ولجمیع المومنین الی یوم الدین

بجاه حبیبه الامن الامین وصحبه المکرمین

المیامین عند اهل السموات واهل الارضین آمین.

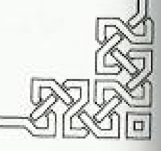


واعظ الاسلام مولانا حافظ

سید پیر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت



حالات زندگی :

مجمع جمال صوری ومعنوی، صاحب کمال ظاہری و باطنی حضرت مولانا پیر ظہور شاہ ابن مولانا پیر سید محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد کشمیر سے آ کر جلال پور میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو قرآن پاک مولانا حافظ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ سے جلال پور میں پڑھا اور کچھ درسی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں۔ بعد ازاں کچھ عرصہ برادر مکرم مولانا سید اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جموں میں استفادہ کرتے رہے۔ پھر کچھ وقت پشاور میں رہے اور آخر میں بریلی شریف جا کر کسب فیض کیا اور فراغت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ ان کے علاوہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفاضہ کیا۔

حضرت پیر صاحب اپنے دور کے مقبول ترین مقرر تھے۔ آپ جہاں وعظ فرماتے، ہزاروں کا اجتماع ذوق وشوق سے شریک مجلس ہوتا۔ آپ کا خصوصی وصف یہ تھا کہ عوام الناس کو عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی بھرپور تلقین کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرایا کرتے تھے جس کا حاضرین کے دل پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا تھا اور بہت سے لوگ راہ راست پر آ جاتے۔ قدرت ایزدی نے آپ کو زور بیان، وجد آور خوش الحانی اور حسن سیرت وصورت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔

آپ مسلک اہل سنت و جماعت کو بڑے مدلل طریقے سے بیان فرمایا کرتے تھے اور عقائد باطلہ خاص طور پر اہل تشیع کا رد بڑی خوبی سے فرمایا کرتے تھے۔ انسان تو انسان،

حیوان بھی آپ کے حسن بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

ایک دفعہ موضع کندہ وال (ضلع جہلم) میں بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمارہے تھے کہ ایک اونٹ سوار آ کر محفل میں شریک ہوا۔ جب اس اونٹ کو باندھنا چاہا تو اس نے شور مچادیا۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا:

''اسے چھوڑ دو! یہ بھی کالی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سننا چاہتا ہے۔''

چنانچہ وہ اونٹ خاموشی سے بیٹھ گیا اور جب تک تقریر جاری رہی خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔''

حضرت پیر صاحب شریعت مطہرہ کی سختی سے پابندی فرمایا کرتے تھے۔ کوئی کام خلاف شریعت دیکھتے تو بروقت اس کی ممانعت کرتے۔ موضع بوچھال کلاں (ضلع جہلم) میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمارہے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر سرراہ گزرتے ہوئے انبوہ کثیر دیکھ کر رک گیا اور جلسہ گاہ میں جاکر مجمع کی تصویر اتارنے لگا۔ آپ نے فوراً منع فرمادیا اور فرمایا: ''ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔''

آپ نے تقریباً چالیس برس تک وعظ و ارشاد کے ذریعے عوام الناس کے دلوں کو نور ایمان سے گرمائے رکھا اور دور دراز علاقوں میں جاکر دین کا پیغام لوگوں تک پہنچایا خاص طور پر جہلم، گجرات اور سرگودھا کے قصبوں اور دیہاتوں میں آپ کا دورہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ نے بڑی بڑی صعوبتوں کو برداشت کیا اور کسی بھی موقع پر آپ کے عزم میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ نے آپ خلاف مقدمہ دائر کردیا اور الزام لگایا کہ یہ اہل تشیع کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔ آپ کے

صاحبزادے سید فخر الزمان شاہ قادری (جن کی عمر اُس وقت چھ یا سات سال کی تھی) نے جب آپ کو ہتھکڑی پہنے ہوئے دیکھا تو رو دیئے اور پوچھا: آپ کو یہ زنجیر کس نے لگائی۔ آپ نے انہیں دلاسہ دیا اور فرمایا: بیٹا! یہ اسلام کی خاطر میرا زیور ہے۔ یہ کیس تین ماہ تک چلتا رہا۔ بالآخر ہندو جج کنول نین نے آپ کو باعزت طور پر بری کردیا اور فصلے میں لکھا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ کسی کو گالی دے یا خلاف شائستگی کوئی بات زبان پر لائے۔

حضرت پیر صاحب کامیاب مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا۔ آپ کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دیہاتی عورتیں بھی دودھ بلوتی اور آٹا پیستی ہوئی آپ کے اشعار پڑھا کرتی تھیں اور کلمہ طیبہ کا ورد کیا کرتی تھیں۔

آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور نہایت مفید اور مقبول عام تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا جن میں اصلاح اعمال کے علاوہ عقائد باطلہ خاص طور پر مرزائیت اور تشیع کی مدلل تردید کی ہے۔ آپ کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

☆...... نور ہدایت

☆...... شمشیر پیر برگردن شریر

☆...... وظائف حضوری

☆...... چرخہ ظہوری

☆...... خطبات ظہوری

☆...... سیف مرید برفرقۂ یزید

☆...... صمصام حنفیہ

☆...... سیف الخادمین علی رؤس الفاسقین

☆...... مرغوب الواعظین المعروف بہ محبوب العاشقین

☆...... ظہور کرامت وغیرہ۔

رد قادیانیت:

آپ نے فتنہ قادیانیت کے رد پر دو کتابیں لکھی ہیں:

ا۔ قہر یزدانی برسر دجال قادیانی

یہ کتاب قادیانی عقائد، قادیانیوں کو مسلمان ماننے اور ان سے تعلقات قائم کرنے مثلاً نکاح وغیرہ سے متعلق تین اہم فتاویٰ اور ان پر کثیر علمائے کرام کی تصدیقات اور تاثرات پر مشتمل ہے۔

۲۔ ظہور صداقت دررد مرزائیت (یہ کتاب اب تک دستیاب نہیں ہوسکی۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو ادارے کو ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں)

آپ کے ہاں چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے سید قمر الزمان شاہ، سید فخر الزمان شاہ (فاضل حزب الاحناف لاہور، سجادہ نشین دربار شریف ظہوری، منارہ ضلع جہلم) سید محبوب الزمان شاہ اور سید عادل مسعود شاہ تولد ہوئے۔

حضرت پیر سید ظہور احمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۲۲ جمادی الاولیٰ، ۸ فروری ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۳ء اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو وصال فرمایا۔ مزار انور منارہ ضلع جہلم میں ہے۔ آپ کے خلف الرشید مولانا سید فخر الزمان شاہ قادری مدظلہ ہر سال آپ کا عرس باقاعدگی سے کرتے ہیں۔



قہرِ یزدانی برجانِ دجّال قادیانی

(سنِ تصنیف: 1912ء)

تصنیفِ لطیف

واعظ الاسلام مولانا حافظ
سید پیر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ لایھدی من ھو کاذب کفار

قہرِ یزدانی

برجانِ

دجالِ قادیانی

۱ ...... فتاویٰ عظیمه من علماء الحنفیه

۲ ...... عدم جواز نکاح مرزائی بامسلمة سنیة

۳ ...... عدم جواز صلوٰۃ جنازہ قادیانیه

واعظ الاسلام حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری

جلال پور جٹاں، ضلع گجرات، پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَ وُضِعَ السَّیْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْهُمَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْمَلَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ الْاَوْثَانَ وَاَنَّهٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیُّ اللهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللهِ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت رکھی جاتی تلوار میری امت میں۔نہیں اٹھائی جائے گی تلوار قتل اس سے قیامت تک۔اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ ملیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے ساتھ مشرکوں کے۔اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ پوجیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے بتوں کو۔اور تحقیق شان یہ ہے کہ ہوں گے میری امت میں سے جھوٹے وہ تیس (۳۰) ہوں گے۔سب گمان کریں گے وہ نبی خدا کے ہیں۔حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں،نہیں کوئی نبی پیچھے میرے۔اور ہمیشہ ایک جماعت امت میری سے ثابت رہے گی حق پر اور غالب۔نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی یہاں تک کہ آئے حکم خدا کا۔

(روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ والصلوٰۃ علی سیدنا محمد المصطفیٰ وعلی الہ المجتبیٰ واصحابہ المقتدیٰ۔

اما بعد! احقر العباد خادم العلماء فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری واعظ الاسلام جلال پور جٹاں ضلع گجرات پنجاب، برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ لاہوری مرزائی جماعت کی طرف سے ایک ''دوورقہ اشتہار'' شائع ہوا ہے جس میں بائیس (۲۲) اشخاص نے (جن کے نام آگے درج کیے جائیں گے) حلف اٹھا کر بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ نبی ورسول ہونے کا ہرگز نہ تھا۔ مسلمان ہماری قسمیہ شہادت پر اعتبار کریں اور مرزا صاحب کو مدعی رسالت نہ سمجھیں اور نہ ان کو بسبب دعوئ نبوت ورسالت کافر وخارج از اسلام سمجھیں۔ جن اشخاص نے ان کو سمجھا ہے غلو کیا ہے اور علمائے اسلام نے الزام لگا کر ان کی تکفیر کی ہے، غلط ہے۔ حقیقت میں وہ نبوت ورسالت کے مدعی نہ تھے بلکہ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کی اطلاع کے لئے مرزا صاحب کی طرف سے دعوی نبوت ورسالت وتوہیناتِ انبیاء وعقائد الہامات وتحریرات پیش کی جاتی ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب رسالت ونبوت کے مدعی تھے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کو خاتم نبوت نہ جانتے تھے اس لئے مسلمان نہ تھے۔ بلکہ جو ہم عقائد مرزا غلام احمد کے ہے کلھم کافر وخارج از دائرہ اسلام ہیں۔ اگر فقیر کے کہنے پر رنج پیدا ہو جائے تو علماء صاحبان سے بطور استفتاء تصفیہ کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مریدوں کی بابت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ میں مسیحِ موعود ہوں اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بڑھ کر ہوں۔ جو کوئی مجھ پر ایمان نہ لائے گا وہ کافر ہے۔ خدا میری نسبت کہتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد جس سے تو راضی اس سے میں راضی اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے خدا نے مجھے قادیان میں اپنا سچا رسول کر کے بھیجا ہے اور خدا نے مجھ کو کرشن بھی کہا ہے معجزہ کوئی شے نہیں محض مسمریزم اور شعبدہ بازی ہے۔ آیا اس قسم کے عقائد والے کو کافر کہا جائے یا نہ۔ اس کی امامت وبیعت اور دوستی وسلام علیک اس سے اور اس کے مریدوں سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ رب الجلیل۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اما بعد ...... پس مخفی نہ رہے کہ عقائد مذکورہ کے ماسوا ملحد قادیانی کے اور بہت سے عقائد کفریہ ہیں جن میں بعض کا بطور مشت نمونہ از خروارے کلمہ فضل رحمانی سے ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔

(ازالہ اوہام صفحہ نمبر ۳۰۳)

حضرت یسوع مسیح کی نسبت لکھا ہے شریر مکار چور شیطان کے پیچھے چلنے والا جھوٹا وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳ تا ۷)

اور اس جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی تین دادیاں نانیاں زنا کار تھیں۔ انبیاء علیہم

السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸ تا ۶۸۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی نبی کے پاس زمین پر نہیں آئے۔ (توضیح المرام صفحہ ۶۸ تا ۶۵)

قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۷ تا ۷۵۰)

دجال پادری ہے اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۵ تا ۴۹۶)

دجال کا گدھا ریل ہے اور کوئی گدھا نہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۵)

یاجوج ماجوج انگریز ہیں اور اسکے سوا کوئی اور نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۲ تا ۵۰۸)

دخان کچھ نہیں غلط خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

آفتاب مغرب سے کوئی نہیں نکلے گا۔ دابۃ الارض علماء ہوں گے اور کچھ نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اسکے گدھے کو اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی۔

مرزا کی طرف سے دعوی نبوت

۱......قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ. یعنی کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۹)

۲......مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔

(سرورق ازالہ اوہام)

۳......خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا اور مثل نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا پھر مثیل موسیٰ کہا پھر مثیل ابراہیم پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔ (ازالہ صفحہ ۲۵۳)

۴......پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جن کا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار پاچکا ہے وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانیوں کے ساتھ آگیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خداوند

تعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (ازالہ ۴۱۳ تا ۴۱۴)

۵......چونکہ مسیح میں مماثلت ہے اسلئے اس عاجز کا نام بھی آدم کہا اور مسیح بھی۔

(ازالہ صفحہ ۴۵۶)

۶......خداتعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(ازالہ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کی مولفہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔

۷......احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی ایک طرف یہ اشارہ ہے۔

(ازالہ صفحہ ۶۷۳)

۸......اور یہ آیت کہ **هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله** درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانے سے متعلق ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۷۵)

۹......وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعوی دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔ (ازالہ ۶۹۵ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ)

۱۰......حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام۔

(رسالہ آریہ دھرم مولفہ مرزا صفحہ ۶۵)

۱۱......ان کو کہو کہ تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے ہو تو خدا بھی تم سے محبت کرے۔

(انجام آتھم صفحہ ۵۲ تا ۵۶)

۱۲......اے احمد تمہارا نام پورا ہو جائیگا قبل اسکے جو میرا نام پورا ہو۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۲)

۱۳......تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۳)

۱۴......پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔ (انجام آتھم ص ۵۳)

۱۵......نبیوں کا چاند مرزا صاحب آئیگا۔ (انجام ص ۵۸)

۱۶......ما ارسلنک الا رحمة للعلمین تمکو تمام جہاں کی راحت کے واسطے بھیجا۔

(انجام صفحہ ۷۸)

۱۷......انی مرسلک الی القوم المفسدین علی الصراط المستقیم۔

یعنی تجھ کو قوم مفسدین کیطرف رسول بنا کر بھیجا۔ (انجام صفحہ ۷۸)

۱۸......یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم۔

یعنی اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۷)

۱۹......قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد۔

یعنی اے نبی ان سے کہدے کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں میری طرف وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۸۱)

۲۰......قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا یعنی ''اے مرزا تو تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں''۔ (اخبار الاخبار صفحہ ۳)

یہی فرمان الٰہی ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کامل رسول بنایا جب وہی الفاظ مرزا صاحب کو خدا نے فرمائے تو وہ کیوں کامل نبی و رسول نہیں۔ یا یوں کہو کہ مرزا صاحب نے خدا پر افتراء کیا ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلام احمد صاحب نے دعویٰ نبوت و رسالت نہیں کیا۔ کیا انہوں نے یہ کتابیں پُر خرافات اپنی آنکھ سے نہیں دیکھیں؟ یا جان بوجھ کر چشم پوشی کر کے مخلوق خدا کو چاہ ضلالت میں ڈبونا چاہتے ہیں اور فریب دہی کے واسطے چند ایک شعر مرزا صاحب کے، جوانہوں نے قبل از دعوے لکھے تھے، لکھ کر مسلمانوں کو مغالطہ دیتے

ہیں۔ خصوصاً لاہوری مرزائی جماعت نے بھی یہی شعر پیش کر کے حلف اٹھائی ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبی و رسول ہونے کا ہرگز نہ تھا: بیت

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام

مشتہرین کے نام یہ ہیں:

۱...... محمد علی ......(ایم اے پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

۲...... ابو یوسف مبارک علی ......(سیالکوٹ)

۳...... جمال الدین ......(بی اے انسپکٹر سکولز جموں)

۴...... سید عبدالجبار شاہ ......(سابق بادشاہ سوات)

۵...... شیخ نیاز احمد ......(میونسپل کمشنر وزیرآباد)

۶...... شیخ نور احمد ......(بی اے پلیڈر ایبٹ آباد)

۷...... محمد یحییٰ دیب گراں ......(ضلع ہزارہ)

۸...... محمد یمین داتہ ......(ضلع ہزارہ)

۹...... یعقوب بیگ ......(ایل ایم فزیشن اینڈ سرجن لاہور)

۱۰...... سید محمد احسن امروہی

۱۱...... کمال الدین ......(بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری)

۱۲...... خان صاحب غلام ......(رسول ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس فیروز پور)

۱۳...... محمد جان مرچنٹ ......(وزیرآباد)

۱۴...... شیر محمد ......(بی اے پرنسپل اسسٹنٹ ریونیو ممبر جموں)

۱۵...... شیخ مولا بخش ......(پروپرائیٹر فلور ملز لائل پور)

۱۶...... محمد عجب خان ......(تحصیلدار نوشہرہ)

۱۷...... بشارت احمد ......(ایل ایم ایس کرنال)

۱۸...... عبدالرحمٰن ......(ای اے سی گجرانوالہ)

۱۹...... صاحب زادہ سیف الرحمٰن ......(پشاور)

۲۰...... عزیز بخش ......(سپرنٹنڈنٹ ضلع ڈیرہ غازی خان)

چونکہ یہ ایک عظیم الشان مغالطہ ہے جو قسم کھا کر ان اصحاب نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ سچے مسلمان تھے اور ان تمام عقائد پر قائم تھے جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔

۱......آپ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی یقین کرتے تھے اور آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کاذب و کافر یقین کرتے تھے۔

۲......آپ نے نبوت و رسالت کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔

ناظرین آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ کس قدر دروغ بے فروغ ہے جو ان اصحاب نے قسم اٹھا کر لوگوں کو دیا ہے۔ نبوت و رسالت کے متعلق ان کی کتابوں سے بہت کچھ ثبوت دیا گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نبی و رسول تو ایک طرف، مسلمان بھی ہیں کہ نہیں۔

جواب: مرزا صاحب ہرگز مسلمان نہ تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔ ’’پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا اِن دِنوں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ

میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ......الخ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۵)

اور سیالکوٹ والے لیکچر میں کہتے ہیں۔ ’’کہ حقیقتِ روحانی کی رو سے میں کرشن ہوں جو ہندو مذہب کے بڑے اوتاروں میں سے ایک اوتار تھا۔‘‘ الخ

جب مرزا صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ میں آریہ ہوں بلکہ آریوں کا بادشاہ ہوں تو پھر مسلمان ہرگز نہ رہے کیونکہ آریہ لوگ تناسخ کے قائل اور قیامت کے منکر ہیں اور کرشن جی مہاراج کا بھی یہی مذہب تھا۔ چنانچہ وہ گیتا میں لکھتا ہے بیت

بقیدِ تناسخ کند داد رش ‌ ‌ ‌ بانواعِ قالب دروں آورش

بہ تنہائے معبود در میروند ‌ ‌ ‌ بجسمِ سگ و خوک در میروند

جس کا مطلب یہ کہ اعمال سزا و جزاء اسی دنیا میں بذریعہ اواگون (تناسخ) ملتی ہے، یوم الآخرت کوئی نہیں۔ (دیکھو گیتا مترجمہ فیضی صفحہ ۱۳۶)

پھر کرشن جی ارجن سے کہتے ہیں۔ ’’ہم سب گزشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر اس قالب کو چھوڑ دیتا ہے‘‘۔ (دیکھو گیتا شلوک ۱۲ و ۱۳ ادھیائے ۲ ترجمہ دوار کا پرشاد افق) پھر کرشن جی کہتا ہے۔ ’’جس طرح انسان پوشاک بدلتا ہے اسی طرح آتما بھی ایک قالب سے دوسرے قالب کو قبول کرتی ہے‘‘۔

(اشلوک ۲۲ ادھیائے ۲)

ناظرین یا تو مرزا صاحب کا کرشن ہونا غلط ہے یا مسلمان ہونا غلط ہے کیونکہ کوئی شخص مسلمان اور آریہ دونوں مذاہب کا متبع نہیں ہو سکتا۔ کیا کسی مجدد اور مسلمان اہل سنت والجماعت کے ایسے عقائد ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس طرح کفر و اسلام میں کچھ فرق نہ رہا۔ اگر مرزا صاحب

رسول خدا ﷺ کو سچے خاتم النبیین جانتے تو مذکورہ بالا الہامات سے دست بردار ہوتے۔

سوال: مرزا صاحب پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میں خدا ہوں مجھے کن فیکون کا اختیار دیا گیا ہے۔ میں خدا کا رسول ہوں صاحب شریعت بھی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض آپ پر افتراء ہے۔ الخ

جواب: یہ ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات سے ان کا دعویٰ نبوت ورسالت ثابت ہے اگر ان کی تحریریں نہ دکھائیں تو ہم جھوٹے اور اگر آپ نے قسمیں کھا کر مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے تو آپ سے خدا سمجھے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ رسول نہ تھے حالانکہ وہ افضل الرسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ فرمایئے یہ ان کا شعر ہے کہ نہیں بیت

آنچہ دادست ہر نبی را جام　　داد آں جام را مرا بہ تمام

یعنی جو نعمت نبوت ورسالت کا جام ہر ایک نبی کو دیا گیا ہے وہ تمام جام مجھ اکیلے کو دیا گیا ہے۔

حضرت آدم سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جس قدر نبی ہوئے ان سب کی نعمت کا جام جب مرزا صاحب کو دیا گیا تو وہ سب سے افضل ہوئے یا نہیں؟ مرزا جی کا مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو جس میں وہ آنحضرت ﷺ پر خصوصیت سے اپنی فضیلت کا فخر کرتے ہیں بیت

خسف القمر المنیر وانّ لی　　خسفا القمران المشرقان أتنکر

یعنی محمد ﷺ کے واسطے تو صرف چاند کو گہن لگا تھا اور میرے واسطے چاند اور سورج کو گہن ہوا اب تو کیا انکار کرے گا۔

مرزا صاحب کا یہ شعر پڑھو اور نور عقل سے دیکھو کہ کس قدر دروغ گو ہے اور دھوکا

دہندہ وہ شخص ہے جو مسلمانوں کو فریب میں لانے کے لئے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ

ما مسلمانیم از لطف خدا　　مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

کیا امام اور پیشوا کی یہی عزت ہوا کرتی ہے جو مرزا جی نے کی کہ محمد کے واسطے ایک نشان ظاہر ہوا تو میرے واسطے دو نشان ظاہر ہوئے۔ مگر مسلمانو! کچھ افسوس نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے۔ کہ ''میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی وشیرینی اور حرکت وسکون سب اسی کا ہو گیا اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔''

مرزائی صاحبان فرمایئے کہ جب مرزا صاحب خالق زمین وآسمان اور خالق انسان ہیں تو بے شک محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ گئے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے باوجود افضل الرسل اور خاتم النبیین ہونے کے کہیں اپنا کشف نہیں لکھا اور نہ خالق زمین وآسمان بنے وہ تو توحید ہی بتلاتے رہے۔ اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ فرماتے رہے۔ مرزائی صاحبان آپ نے ناحق جھوٹی قسم کھائی ہے کہ مرزا صاحب پر کن فیکون کے اختیارات کا جھوٹا الزام ہے۔ دیکھو الہام مرزا صاحب ''انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون. اے مرزا اب تیرا مرتبہ یہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے تو صرف

کہہ دے کہ ہو جا وہ چیز ہو جائے گی۔'' (اخبار بدر ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء)

مرزائی صاحبان فرمائیے کہ یہ مرزا جی کا الہام ہے یا نہیں؟ اگر الہام ہے تو آپ کا کہنا غلط ہے وگرنہ مرزا صاحب کے احتلام پر عمل بے سود ہے۔ (دیکھو تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)

اسی طرح مرزا صاحب کی کتاب اربعین نمبر ۴ صفحہ ۹ میں بابو الٰہی بخش کی نسبت یہ الہام ہے۔ کہ ''یریدون ان یروا طمثک یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔'' الخ

مسلمانو! الہام کی یہ تشریح مرزا جی کی اپنی ہی لکھی ہوئی ہے اس سے یہ امورات ثابت ہوتے ہیں:

۱.....خدا تعالیٰ جل شانہ بچے جنتا ہے۔

۲.....مرزا جی کے حیض سے اطفال اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

۳.....مرزا جی خدا کی بیوی ہے۔ جس کے حیض سے طفل اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

اب ہر ایک مسلمان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس مذہب میں ایسے ایسے لغو مسائل ہوں وہ مذہب ذریعہ نجات ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا لاہوری مرزائی جماعت کے اراکین نے جو لکھا ہے کہ مرزا صاحب پر یہ جھوٹے الزام ہیں۔ اہل اسلام کو بتائے کہ یہ کتابیں مرزا جی کی تصنیف ہیں یا نہیں؟ اگر مرزا جی کی کتابوں میں یہ ذخیرہ خرافات ہے تو پھر مسلمان سچے۔ اور اگر مرزا جی کی کتابوں میں ایسا نہ ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ ہم پر نالش (مقدمہ) کر کے بذریعہ عدالت جھوٹ سچ ثابت کر لیں۔ اگر مرزا جی کو اپنے دعوے میں آپ سچا یقین کرتے ہیں اور آپ کا ایمان ہے کہ مرزا جی خدا کے فرمان کے مطابق الہام

پاتے تھے اور مرسل من اللہ تھے تو گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے وہ وہ باطل مسائل اسلام میں داخل کیے جن کی قرآن شریف اور حدیث نبوی تردید کرتی ہے مثلاً ابن اللہ کا مسئلہ عیسائیوں کا، مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا جو کفارہ عیسائیوں کی بنیاد ہے، الوہیت مسیح کا مسئلہ، آریوں اور ہندوؤں کے اوتار کا مسئلہ، حلول ذاتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ جیسا کہ کشف میں لکھا۔ کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا، تجسم خدا کا مسئلہ۔ الغرض ہمچو قسم کے باطل مسائل داخل اسلام کر کے خود کرشن جی کا روپ دھارا اور آریوں کے بادشاہ بنے باوجود اسلام میں ایسی خرابیاں ڈالنے کے مجدد دین محمدی کا دعویٰ بیت

برین عقل و دانش بباید گریست

ہاں اگر لاہوری جماعت کو معلوم ہو گیا ہے کہ مرزا جی نبوت و رسالت کے دعاوی میں سچے نہ تھے اور آیات قرآنی کو اپنے پر دوبارہ نازل شدہ سمجھنے میں حق پر نہ تھے تو اعلان کیجیے کہ ہم مرزا جی کے خلاف قرآن و حدیث کشوف الہامات کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے اور مسلمانوں کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کافر سمجھتے ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی کا فتویٰ ہے ''من اعتقد وحیا من بعد محمد کان کافرا باجماع المسلمین'' یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ کرے کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے۔

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں ''کہ سچا خدا ہے، جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء صفحہ ۱۱)

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ ''دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع'' یعنی ہمارے نبی (محمد ﷺ) کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر

ہے۔ نظیریں موجود ہیں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کے حالات دیکھ لو اور یہ کفر کا فتویٰ حضرت محمد ﷺ کے حکم سے باتفاق صحابہ کرام صادر ہوا تھا اور تیرہ سو برس تک اسی پر عمل چلا آیا ہے کہ جب کسی امتی محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا (چاہے اپنی نبوت کا نام ظلی، بروزی، اشتراکی، مجازی، متبع نبی، استعاری وغیرہ وغیرہ ہی رکھا ہو) کافر اور خارج از اسلام سمجھا گیا گو نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کلمہ گو بھی کہتا ہو۔ مرزاجی اور مرزائی لاہوری جماعت کی یہ دلیل بالکل غلط ہے کہ علماء اسلام نے جو مرزاجی پر کفر کے فتوے لگائے لہٰذا وہ خود کافر ہوگئے۔ اجی جناب جب نظیر موجود ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے تابعداروں کو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کبار نے کافر کہا تو پھر مسلمان مرزاجی اور ان کے متبعین کو کافر کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ اگر مسیلمہ کذاب بھی مرزاجی والی دلیل پیش کرتا کہ میں کلمہ گو ہوں لہٰذا جو مجھ کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے تو کیا یہ دلیل درست ہوتی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا اور مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ان جیسے کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے، غلط ہے۔ کیونکہ کلمہ گو تب تک ہی کلمہ گو ہے جب تک خود مدعی نبوت نہ ہو جب خود مدعی نبوت ہوا تو بمعہ متبعین خارج از اسلام ہوا۔ آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیں۔

۱...... مرزاجی آپ کے اعتقاد میں سچے صاحبِ وحی تھے؟ یعنی ان کی وحی توریت وانجیل وفرقان کی مانند تھی جن کا منکر جہنمی ہوا۔

۲...... جو جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے آپ انہیں خداتعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے ہیں؟

۳...... مرزا صاحب کے الہاموں کو وساوسِ شیطانی سے پاک یقین کرتے ہو؟

۴...... مرزا صاحب کے کشوف من جانب اللہ اور سچے تھے؟

۵...... شیطانی الہامات اور شیطانی کشوف کی کیا علامات ہیں؟

۶...... مرزا صاحب نے جو حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۱ پر لکھا ہے۔ کہ ”میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا قرآن شریف پر۔“ الخ کیا آپ کا بھی یہی ایمان ہے؟

۷...... اگر مرزا صاحب کے عقائد علماء اہل سنت والجماعت والے تھے اور آپ کے بھی ہیں تو پھر مسلمانوں کے ساتھ مل کر نمازیں کیوں نہیں پڑھتے؟

جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیا جائے کیونکہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ مرزا صاحب اہل سنت والجماعت تھے۔

توجہ طلب نہایت ضروری برادرانِ اسلام کو اطلاع ہو کہ وہ اس ٹھوکر سے بچیں اور لاہوری مرزائی جماعت کی گندم نمائی وجو فروشی سے پرہیز کریں، اشاعتِ اسلام کا صرف بہانہ ہے۔ جب ان کو مرزاجی کا حکم ہے کہ ”جس ملک میں جاؤ پہلے میری تبلیغ کرو اگر وہ لوگ میری تصدیق کریں تو ان کے ساتھ نمازیں پڑھو ورنہ اپنی نماز الگ پڑھو۔“

(دیکھو فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۸۲)

سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ کا امام حضور (مرزاجی) کے حالات سے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟

مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق کرے، تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے نماز ضائع نہ کرو اور اگر خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

جب مرزائیوں کو اپنے مرشد کا حکم ہے اور فرض ہے کہ وہ مرزائی عقائد کی تبلیغ کریں تو پھر مسلمانوں کی کس قدر حماقت ہوگی کہ وہ خود چندہ دے کر مرزائیت کی تبلیغ

کرائیں اور اسلام کی جڑ کھوکھلی کریں کیونکہ اگر عیسائی مرزائی ہوگا تو اس کو مرزا صاحب کے الہام انت منی بمنزلة ولدی پر ایمان لانا فرض ہوگا تو اس صورت میں وہ بجائے ایک ابن اللہ (مسیح) دو ابن اللہ (مسیح و مرزا) کا قائل ہوگا یعنی ایک ابن اللہ حضرت عیسیٰ اور دوسرا مرزا صاحب۔ پس کوئی مسلمان مرزائی کو تبلیغ اسلام کے لئے ہرگز چندہ نہ دے جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہولے کہ کس اسلام کی تبلیغ مرزائی کریں گے؟ کیا لاہوری مرزائی جماعت تحریری اقرار دیتی ہے کہ وہ مرزائیت کی تبلیغ نہ کرے گی۔ جب تک وہ تحریری اقرار اور ہمارے اس ٹریکٹ کا تشفی بخش جواب نہ دیں ہرگز مسلمان ان کو چندہ نہ دیں ورنہ غضب الٰہی کے مورد ہوں گے۔ والسلام

۱...... اصغر علی روحی ...... پروفیسر اسلامیہ کالج و پریذیڈنٹ انجمن تائید اسلام لاہور۔
۲...... سید احمد علی شاہ ...... پروفیسر اسلامیہ کالج و امام مسجد شاہی لاہور۔
۳...... محمد یار ...... امام مسجد سنہری لاہور۔
۴...... قاضی فضل میراں ...... بی اے بی ٹی اسلامیہ کالج لاہور۔
۵...... محمد الدین ...... بی اے فیلو، پنجاب یونیورسٹی۔
۶...... صدر الدین ...... ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
۷...... نور بخش ...... ایم اے ناظم التعلیم انجمن نعمانیہ لاہور۔
۸...... نجم الدین ...... پروفیسر عربی اورینٹل کالج لاہور۔
۹...... احمد علی ...... شیرانوالہ دروازہ لاہور۔
۱۰...... حاجی شمس الدین ...... لاہور۔
۱۱...... مفتی عبدالقادر ...... مدرس مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں لاہور۔

۱۲...... عبدالواحد ...... امام مسجد چینیا نوالی لاہور۔
۱۳...... فضل الدین مصحح ...... مطبع دین محمد سٹیم پریس لاہور۔
۱۴...... ابو محمد احمد ...... امام مسجد صوفی لاہور۔
۱۵...... محمد حسین (شمس العلماء) ...... پروفیسر مشن کالج لاہور۔
۱۶...... محمد باقر ...... پروفیسر مشن کالج لاہور۔
۱۷...... حبیب اللہ منشی ...... فاضل کشمیری بازار لاہور۔
۱۸...... ایم اے ضیاء الدین ...... پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور۔
۱۹...... ایم اے فضل حق ...... پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
۲۰...... مولوی کرم بخش ...... میونسپل کمشنر لاہور۔

یہ چند ایک سطور میں نے اخی المکرم حامیٔ دین قامع البدعت پیر بخش صاحب پینشنر پوسٹ ماسٹر آنریری انجمن تائید اسلام لاہور کے رسالہ سے نقل کی ہیں۔

توہینات انبیاء

۱...... میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا ہرگز نہ مرے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴)

۲...... جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہ نکلیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷)

۳...... حضرت موسیٰ کی پیشین گوئیاں اسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امیدیں باندھی تھیں، غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (بلفظ ازالہ صفحہ ۸)

۴...... سیر معراج حضرت ﷺ اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۷)

۵...... یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا تاریخ سے ثابت ہے۔ اُن دِنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیال جھکے ہوتے تھے جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے ہیں۔ دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۲) چڑیاں کا معجزہ حضرت مسیح کا اور ان کا بولنا اور ہلنا اور دم ہلانا یہ عقلی معجزہ اپنے دادا سلیمان کی طرح ہے۔ (ملخصاً ازالہ صفحہ ۳۰۴)

۶...... حضرت مسیح بن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل التراب (مسمریزم) میں کمال رکھتا ہے۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کی فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ عجوبہ نمایوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۸)

۷...... یہ جو میں نے مسمریزم کی طریق کا نام علم التراب رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۱۲)

۸...... چار سو نبیوں کی غلط پیشین گوئی نکلی۔ (ازالہ صفحہ ۶۲۹)

۹...... جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۳)

۱۰...... حضرت رسول خدا کے الہام ووحی غلط نکلیں تھیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸-۶۸۹)

۱۱...... اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ موجود نہ ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی...... الخ۔ (ازالہ صفحہ ۶۹۱)

۱۲...... سورہ بقرہ میں ایک قتل کا ذکر گائے کا علم مسمریزم تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۴۸)

۱۳...... حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۵۲)

۱۴...... مریم کا بیٹا کشلیا[۱] کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (انجام آتھم صفحہ ۴۱)

[۱] کشلیا راجہ رام چندر کی ماں کا نام تھا۔

قہر یزدانی (ظہوری)

عقائد مرزا صاحب

۱...... ہمارا خدا عاجی[۱] ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶)

۲...... حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک...... الخ (ازالہ صفحہ ۳۰۲)

۳...... نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچے پس اس جسم کا کرہ ماہتاب وآفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۴۷)

۴...... سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۷)

۵...... قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی ہے مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۲۵-۲۶)

۶...... قرآن شریف نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ خوبصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کی ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۲۷)

۷...... قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۷۴۸، ۷۵۰، ۷۵۲، ۷۵۳)

۸...... قرآن شریف میں انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ (ازالہ صفحہ ۷۶-۷۷)

۹...... اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیا پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی

[۱] ہاتھی کا دانت۔

ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (توضیح مرام ۱؎ صفحہ ۱۸)

۱۰...... امام مہدی کا آنا بالکل غلط ہے۔ (ازالہ صفحہ ۴۵۷-۵۱۸)

۱۱...... پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے...... الخ (ازالہ صفحہ ۴۹۵-۴۹۶ و انجام آتھم ضمیمہ)

۱۲...... وہ گدھا دجال کا اپنا بنایا ہوا ہوگا پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ (ازالہ صفحہ ۶۸۵)

۱۳...... یاجوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۲، ۵۰۸)

۱۴...... دابۃ الارض وہ علماء اور واعظ ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۰)

۱۵...... دخان سے مراد قحط عظیم شدید ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

۱۶...... مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵)

۱۷...... کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ازالہ صفحہ ۱۵)

مولوی نور دین صاحب فرماتے ہیں یہ تو بالکل غلط ہے کہ ہمارا اور غیر احمدیوں کا کوئی فروعی اختلاف ہے۔ اور غیر احمدی مرزا صاحب کی رسالت کے منکر ہیں اس لئے فروعی اختلاف نہیں۔ (مرزا صاحب کی تقریر کا خلاصہ صفحہ ۲۳)

۱۸...... جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا اور باوجود صدہا نشان کے مفتری

۱؎ گویا مرزا کے نزدیک حضرت رسول اللہ خاتم النبیین نہیں ہیں۔

ٹھہراتا ہے وہ مؤمن کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ مرزا بشیر الدین نے اس مضمون کو اپنے باپ کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴ سے نقل کیا ہے۔

۱۹...... ایک شخص مرزا کو جھوٹا بھی نہیں کہتا اور منکر بھی نہیں اور دل سے سچا بھی جانتا ہے اگر بیعت نہیں کرتا وہ بھی کافر ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۴)

الجواب: یہ عقائد ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر مرزا ملحد کی تکفیر کے لئے کافی ہے کیونکہ ان میں یا توہین انبیاء علیہم السلام ہے یا ادعائے نبوت یا رد نصوص، اور یہ سب کفر ہے۔ پس مرزا قادیانی کے ملحد مرتد کافر دجال ہونے میں کوئی شک نہیں بلکہ قادیانی کا کفر تو ایسا ہے کہ جس میں کسی بھی اہل اسلام عالم یا غیر عالم کو کوئی شک وشبہ وتردد نہیں ہے۔ مؤمن کا دل ایسے عقائد سے بھی اس کے کفر کی شہادت دے دیتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

(حررہ العاجز یوسف عفی عنہ از بگیلے والا)

الجواب: بلاشبہ مرزا قادیانی بوجوہ کثیرہ قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے خود کافر مرتد ہے۔ ازانجملہ

کفر اوّل: اپنے رسالہ ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھا ''میں احمد ہوں جو آیت ''مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' میں مراد ہے۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح عیسیٰ ابن مریم روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ ﷻ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تورات کی تصدیق اور اس رسول کی خوشخبری سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جن کا نام پاک احمد ہے۔''

''ازالہ کے قول مذکور ملعون میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ

افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے ،معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم: دافع البلاء کے صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے۔

''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلام احمد ہے''۔

کفر سوم: اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۳ پر صاف لکھ دیا ہے۔ کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب دینے سے حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی رہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلیلیں قائم ہیں۔ یہاں عیسیٰ کے ساتھ قرآن عظیم پر ہی تہمت جڑ دی کہ وہ ایسی باطل بات بتلا رہا ہے جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

کفر چہارم: دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ سچا ''خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا سچا رسول بھیجا۔''

کفر پنجم: ازالہ صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱ پر۔ اور ''توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔''

لعنۃ اللہ علی اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ علیہم وبارک وسلم۔

ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے چہ جائیکہ نبی مرسل کی تحقیر کہ مسمریزم کے سبب نور باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین الکافرین۔

اور اس قسم کے صدہا کفر اس کے رسائل میں بھرے ہیں بالجملہ مرزا قادیانی کافر و مرتد ہے اس کے اور اس کے متبعین کے پیچھے نماز محض باطل و مردود ہے جیسے کسی یہودی کی امامت۔ اور ان کے ساتھ مواکلت، مشاربت اور مجالست سب ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لاتواکلوھم ولاتشاربوھم ولا تجالسوھم. نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ پانی پیو، نہ ان کے پاس بیٹھو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار'' ظالموں کی طرف نہ جھکو ایسا نہ ہو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن البہاری عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ...... محمد عبدالمجید سنبلی عفی عنہ

جواب صحیح ہے۔ ......کریم بخش عفی عنہ سنبلی۔

صحیح جواب۔ ...... عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بریلوی۔

صحیح جواب۔ ......عبدہ المذنب ظفر الدین عفی عنہ بریلوی۔

جواب درست ہے۔ ......عبدالوحید مدرس اول نعمانیہ امرتسر۔

صحیح جواب۔ ...... بندہ فتح الدین از ہوشیار پور سنی حنفی قادری رضوی۔

عبدالمصطفیٰ ظفر الدین احمد بریلوی محمدی سنی حنفی بہاری۔

ابوالفیض غلام محمد سنی حنفی قادری بریلوی۔

نواب مرزا عبدالنبی۔ ...... جواب ٹھیک ہے۔

الجواب صحیح۔ ...... خادم العلماء بندہ امام الدین کپورتھلوی۔

ھذاالجواب صحیح۔ ......: سید علی عفی عنہ القادری الجالندھری۔

وجدتہ صحیحاً ملیحاً۔ ...... مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر ۱۹ سیالکوٹی ثم گجراتی۔ مہر دارالافتاء مدرسہ اہل سنت و جماعت معروف بنام نامی منظر الاسلام بریلوی۔

قولنا بہ ھذاالحکم ثابت۔ ...... فقیر سعداللہ شاہ ولائتی ساکن سوات نیبر ملک

ماتحت اخون صاحب سوات۔

الجواب صحیح۔ ......احقر الزمن محمد حسن مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

ھذا الجواب صحیح۔ ......محمد اشرف مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جوابات مذکورہ بالا مطابق اہل سنت والجماعت ہیں۔ احقر الزمن خاکسار سید حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

الجواب صحیح لاشک فیه۔ ......مسکین علم الدین لاہور۔

ھذا الجواب صحیح لاشک فیه۔ ......محمد رشید الرحمٰن عفی عنه۔

لقد اصاب من اجاب حررہ الفقیر المفتی۔ ......ولی محمد جالندھری۔

مرزا غلام احمد کے اعتقادات مذکورہ اور اعتقادات کفریہ نقل کر کے علماء ہندوستان پنجاب کی خدمت میں پیش کیے گئے سب نے بالاتفاق اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اس کے ساتھ اسلامی معاملات مثل ملاقات وسلام وکلام کرنے سے منع کر دیا ہے اور قریب قریب ان ہر سہ رسائل میں دوسو علماء کی مہریں ودستخط ثبت ہیں۔ ابوسعید محمد حسین بٹالوی حنفی اہل حدیث۔

جو شخص خدا کے متعلق اس قسم کے عقائد رکھے جو سوال میں درج ہیں یا مدعی رسالت ہو اگر وہ مجنون نہیں تو کافر ہے۔ حررہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ دارالعلوم لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ......ابوالعماد محمد شبلی جیراجپوری

مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ......سید علی زینبی عفی عنه

مدرس مدرسۃ العلوم دارالندوۃ لکھنؤ۔

ان عقائد کا معتقد کافر ہے۔ ......حررہ محمد واحد نور رام پوری۔

مرزا قادیانی اصول اسلامی کا منکر ہے اور ملحد۔ اس کی امامت، بیعت اور محبت بالکل ناجائز ہے۔ رقیمه احقر عباد الله الصمد مرید احمد میانوالی۔

بے شک مرزا قادیانی کے عقائد واقوال حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اس لئے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ ......محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

ایسا شخص بے شک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد عبدالغنی عفی عنہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......سید انظار حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد کرامت اللہ دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ ......ابومحمد عبدالحق دہلوی۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد امین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

قادیانی نص قطعی کا منکر ہے اور جو نصوص قطعیہ سے منکر ہوتا ہے وہ کافر ہے۔ پس قادیانی دعاوی مذکورہ کا مدعی ہے۔ تو بے شک وہ کافر ہے۔ حررہ امانت اللہ علی گڑھ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد لطف اللہ از علی گڑھ۔

مرزا قادیانی اور اس کے پیرو یہ سب کے سب کافر ہیں۔ نصیر الدین خان۔

غلام مصطفیٰ۔ ابراہیم۔ محمد سلطان احمد خان۔ محمد رضا خان۔

مرزا قادیانی اور اس کے معتقد اور مرید اور دوست مثل بوسلیم کے کافر ہیں۔

حررہ عین الہدیٰ شاہ عفی عنہ قادری از کلکتہ۔

قادیانی خنزیر مسیلمہ کذاب قادیان میں رہتا ہے مفتری زندیق مردود کافر نائب ابلیس لعنۃ اللہ علیہ۔ زندیق کی توبہ قبول نہیں شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے۔

جمال الدین از ریاست کشمیری ضلع شہر مظفر آباد۔

الجواب صحیح۔ ......احمد جی علاقہ چھچھ موضع پاٹنک۔

الجواب صحیح۔ ......سید حافظ محمد حسین واعظ ساڈھورہ ضلع انبالہ۔

بے شک جو آدمی امور قطعیہ کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ قرآن شریف معجزہ کا ثبت ہے اس کا انکار کفر ہے اور ایسے آدمی کی بیعت بھی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔

حررہ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ۔

جواب درست ہے۔ ......عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ۔

جو شخص کسی پیغمبر کی نبوت کا انکار کرے یا حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ عبدالسلام پانی پتی۔

الجواب صحیح۔ ......فضل احمد ضلع پشاور علاقہ مردان تحصیل صوابی۔

مرزا قادیانی کے عقائد اس حد تک یقیناً پہنچ گئے ہیں کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا حکم عائد ہو جائے۔ دعویٰ نبوت اس کے اور اس کے مریدوں کی تصانیف میں بصراحۃ موجود ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہتک اور استخفاف سے ان کی کتابیں واشتہار ورسالے مملو ہیں۔ معجزات وخوارق عادت کی دوراز کارتاویلیں نصوص قطعیہ کی تحریف معنوی ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ لہٰذا اس کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور ان کی بیعت حرام ہے اور امامت ہرگز جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ الراجی الی اللہ محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری۔

خاکسار مولوی محمد کفایت اللہ صاحب کے جواب سے اتفاق کرتا ہے۔ کتبہ مشتاق احمد مدرس گورنمنٹ سکول دہلی۔

مرزا غلام احمد دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ محمد اسحٰق لدھیانوی۔

بے شک الفاظ مذکورہ مسطورہ فتویٰ کفر کے ہیں اور قائل ان کا کافر ہے۔ اگر مرزا مذکور سے یہ الفاظ تقریراً یا تحریراً ثابت ہیں تو بس کافر ہے۔ راقم فقیر امانت علی ازنکودر۔

یہ شخص مدعی حال نبوت ورسالت کا ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کے دعویٰ کا ہر ایک کلمہ کئی کئی کفریات پر مشتمل ہے پس شریعت غرا میں قائل ان کلمات اور دعاوی کا مثل فرعون دجال مسیلمہ کذاب کے ہے۔ اس کے ساتھ بیعت وغیرہ سلام وکلام شرع میں کفر ہے۔

کتبہ محمد محی الدین صدیقی حنفی عفی عنہ مدرس نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر۔

ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے مرید اور معتقد جو ایسے مدعی مفتری کو اس کے اقاویل کافریہ اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتے ہیں اور راضی ہیں وہ بھی کافر ہیں اس لئے کہ الرضا بالکفر کفر۔ حررہ محمد عبدالغفار خان رام پوری۔

ذالک الکتب لاریب فیه۔ ......محمد معز اللہ خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......احمد سعید رام پوری۔

قد صحیح الجواب۔ ......محمد امانت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔

حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین‘‘ اور نیز باجماع امت ثابت ہے کہ انبیاء ورسل افضل الخلق ہیں لہٰذا جو شخص اپنے لئے رسالت کا مدعی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام سے اپنے آپ

کو افضل جانتا ہے وہ کتاب اللہ کا مکذب ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اور اس کے اتباع کی امامت اور بیعت ومحبت ناجائز اور حرام ہے ایسے شخص سے اور اس کے اذناب سے سلام کلام ترک کرنا چاہیے۔ ...... حررہ خلیل احمد سہارنپوری۔

الجواب صحیح۔ ...... ثابت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ...... عبداللطیف عفی عنہ سہارن پوری۔

صحیح جواب۔ ...... محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

المجیب مصیب۔ ...... حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

الجواب صحیح۔ ...... فضل احمد رائے پور گوجراں۔

الجواب صحیح و القول نجیح ...... المذنب ابوالرجا غلام محمد ہوشیار پوری۔

اصاب من اجاب۔ ...... محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

رأیته فوجدته صحیحاً۔ ...... نبی بخش حکیم رسول نگری۔

الجواب صحیح۔ ...... عنایت الٰہی سہارن پوری مہتمم مدرسہ عربیہ سہارن پور۔

الجواب صحیح۔ ...... محمد بخش عفی عنہ سہرائے۔

الجواب صحیح۔ ...... صدیق احمد انبوٹھوی۔

الجواب صحیح۔ ...... احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

صحیح الجواب۔ ...... غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ...... عزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔

اصاب المجیب۔ ...... محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ...... بندہ محمود مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ...... قادر بخش عفی عنہ جامع مسجد سہارن پور۔

الجواب صحیح۔ ...... بندہ عبدالمجید۔

الجواب صحیح۔ ...... علی اکبر۔

المجیب صادق۔ ...... محمد یعقوب۔

المجیب مصیب۔ ...... عبدالخالق۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان سائل ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور ہر ایک جواب کی تائید کے ادلۃ قطعیۃ مؤیدہ ہیں اور کتب شرعیہ مملوۃ۔

کتبہ احقر العباد اللہ الصمد ابوالرجا غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ ...... نور اللہ خان۔

الجواب صحیح۔ ...... محمد فتح علی شاہ۔

الجواب صحیح۔ ...... فقیر غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ...... احمد علی شاہ اجمیری۔

ہذا ھو الحق۔ ...... جمال الدین کوٹھالوی۔

المجیب مصیب۔ ...... احمد علی عفی عنہ بٹالوی۔

جواب درست ہے۔ ...... سلطان احمد گنجوی۔

جواب درست ہے۔ ...... احمد علی عفی عنہ سہارن پور۔

الجواب صحیح۔ ...... محمد عظیم متوطن لنگرو۔

جواب صحیح ہے۔ ...... فقیر غلام اللہ قصوری۔

جواب صحیح ہے۔ ...... محمد اشرف علی عفی عنہ بہوں ہندوستان۔

ماجاب به المجیب فهوفیه مصیب۔ ......غلام احمد امرتسری ایڈیٹر اہل فقہ۔

من قال سوا ذالک قد قال محالا۔ ......حررہ ابوالہاشم محبوب عالم عفی عنہ توکلی سیدوی ضلع گجرات۔

جواب درست ہے۔ ......عبدالصمد مدرس مدرسہ دیوبند۔

ذالک کذالک۔ ......فقیر فتح محمد عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......شیر محمد عفی عنہ۔

لاریب فی ماکتب۔ ......رحیم بخش جالندھری۔

الجواب صحیح۔ ......ابوعبدالجبار محمد جمال امرتسری۔

جواب صحیح ہے۔ ......عبدالکریم مجددی ساکن ٹنڈہ محمد خان ضلع حیدرآباد سندھ۔

الجواب صحیح۔ ......فقیر محمد باقر نقشبندی مدرس مشن کالج لاہور۔

الجواب صحیح لاریب فیه۔ ......محمد رحیم اللہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی۔

ہذاھو الحق۔ ......خادم حسن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......عزیز احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

المجیب مصیب۔ ......محمد احکم مدرس مدرسہ بارہ ہندوراؤ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ ضیاء الحق عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد پردل دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......ولی محمد کرنالوی۔

شخصیکه رسالت باشد منکر نص قطعی است" ولکن رسول الله وخاتم النبیین" ودرکفر قطعیات اختلاف نیست دره چنیں کسان بیعت ومحبت چه معنی دارد؟ الراقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

سبّ نبی کفر ہے اور دعویٰ نبوت کفر ہے۔ نبی سے اپنے آپ کو افضل سمجھنے والا کافر ہے۔ ابوبکر علی احمد محمود اللہ شاہ بدایونی عفی عنہ۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی ایک دہریہ معلوم ہوتا ہے مفتری علی اللہ ہے اس کے الہامات سے معلوم ہوا کہ اسے خدا پر ایمان نہیں کیونکہ خدا پر ایمان رکھنے والا اس قسم کے افتراء نہیں کیا کرتا اس لئے میرا یقین ہے کہ مرزا قادیانی جو کچھ کرتا ہے سب دنیا سازی کے لئے کرتا ہے پس اس کی امامت جائز نہیں۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔

چونکہ شخص مذکور اپنے کو سچا رسول کہتا ہے اور رسالت کا ختم ہوجانا آنحضرت ﷺ پر نصوص قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جو حدِ تواتر میں داخل ہے اس لئے وہ شخص بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے پس امامت یا بیعت و دوستی سلام کلام اس سے اور اس کے مریدوں سے جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم احقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد اسحٰق عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الاجوبة صحیحة۔ ......مقبول حسن عفی عنہ مدرس سیوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

لقد اجاب من اصاب۔ ......مشتاق احمد اول مدرس فیض عام کانپور۔

جو کلمات سوالات میں مذکور ہیں ہر ایک کلمہ کا مرتکب اشد کافر ہے۔ العاجز عبدالمنان وزیرآبادی۔

مرزا غلام احمد کے خیالات اور عقائد اکثر ایسے ہیں جن سے فتویٰ کفر عائد ہوتا ہے۔ یوسف علی عفاعنہ میرٹھی خیرنگری۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد عبداللہ ناظم دینیات مدرسۃ العلوم علی گڑھ۔

تمام علماء نے اس کے کافر ہونے پر اتفاق کرلیا ہے کوئی گنجائش تاویل کی نہیں لہٰذا اس کی بیعت اور اس کے پَیر وسے مجالست ومواکلت قطعی حرام ناجائز ہے۔ ابوالمعظم سید محمد اعظم شاہ جہاں پوری۔

میری نظر سے مرزا کی کتابیں گزریں ان میں صراحۃً عقائد کفریہ مرقوم ہیں لہٰذا میں باعتبار ان کتابوں کے مرزا صاحب کو کافر سمجھتا ہوں۔ غلام محی الدین امام جامع مسجد شاہ جہاں پوری۔

مرزا صاحب کی کتابوں میں بہت سے کفریات موجود ہیں جو نصوص قاطعہ کے خلاف ہیں لہٰذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ عبدالکریم عفی عنہ از ہندوستان۔

محمد حسین عفی عنہ۔

جو شخص توہین کسی نبی کی انبیاء علیہم السلام سے کرے وہ مردود اور کافر ہے یعنی ایسا کافر ہے کہ اس کی توبہ میں اختلاف ہے تو اس کا کفر اور کفار کے کفر سے زائد ہے۔ العیاذ باللہ فقط محمد عثمان عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

بے شک ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط محمد عبدالخالق عفی عنہ مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

بے شک یہ شخص اسی طرح کا کافر ہے جیسا کہ مولوی محمد عثمان صاحب دام ظلہم نے تحریر فرمایا ہے۔ فقط ابوالرفعت محمد سخاوت اللہ خان مدرس سیوم مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

مرزا غلام احمد قادیانی یقیناً کافر ہے اس کی تکفیر میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ احقر کو اس کی کتب تمامیہ دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے اس سے اور اس کی متبعین سے اسلامی طریقہ

سے ملنا جلنا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب محمد اعزاز علی بریلوی۔

مرزا قادیانی جو عیسیٰ مسیح ہونے کا مدعی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کلمات شنیعہ کہنے والا وغیرہ سراسر کاذب اور مفتری انتہا درجہ کا بے دین، مرتد، ملحد، خبیث النفس اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اتباع کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلوی کشن گنج۔

مرزا قادیانی ان عقائد باطلہ کے رو سے بلاریب کافر ظاہر ہے۔ قرآنی اور اجماعی امر ہے کہ دنیا میں پہلا کافر ابلیس لعین ہے اور اس کا کفر نص کی بنا پر ہے اور وجوہ بھی تکفیر مرزا میں آیات واحادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ مرزائیوں سے ارتباط اسلامی نصوص آیات و احادیث سے ممنوع ہے جملہ تکالیف شرعیہ وارشادات اسلامیہ ان سے کیا معنی رکھتے ہیں؟ بلکہ جو شخص ان کی تکفیر میں تامل کرے اس پر بھی مخافت کفر ہے اور یہ پہلا زینہ دخول فی المرزائیت ہے۔ ......حررہ محمد عبدالحق الملتانی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمود عفی عنہ ملتانی۔

بلاریب وشک مرزائی لوگ مرتد اور کافرین ہیں ایسے ظالموں سے احتراز کرنا قرآن شریف اور حدیث نبوی سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد خوش بنیاد جناب باری تعالیٰ کا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ حررہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری قریشی الہاشمی جلال پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد فیض اللہ عفی عنہ ملتانی۔

فتویٰ نمبر۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس شخص کی نسبت جو مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید نہ ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جانتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید تو نہیں ہوں اور نہ اس کے اعتقادیہ مسائل میں شامل ہوں لیکن اس کو مسلمان جانتا ہوں۔ کیا ایسے شخص کی بیعت اور امامت درست ہے؟ اور شرعاً اس کو کیا کہنا چاہیے؟ بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ الرب الجلیل

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ کے معلوم ہونے کے باوجود اس کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ ایسے شخص اکثر وہی دیکھے گئے ہیں جو منافق اور کافر ہیں یعنی دراصل مرزائی ہوتے ہیں لیکن ظاہرداری کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم مرزا کو مسلمان جانتے ہیں یا اس پر ہم کفر کا فتویٰ نہیں دیتے یا ہم اس کو اچھا تو نہیں جانتے لیکن کافر بھی نہیں کہتے۔ دراصل یہ سب کاروائی منافقانہ ہے کوئی مصلحت مدنظر رکھ کر ظاہر نہیں ہوتے فی الحقیقت پکے مرزائی ہوتے ہیں۔ یادرکھو مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ ایسے کافر کی تکفیر میں توقف یا تردد کرے۔ الحاصل مرزا اور اس کے سب مرید اور باوجود مرزا کی کفریات کے معلوم ہونے کے اس کے کفر میں توقف کرنے والے سب کے سب کافر ہیں۔ توہین انبیاء علیہم السلام ادعائے نبوت ردنصوص ایسا کفر ہے جس میں اہل سنت میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں اس واسطے دلائل لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم حررہ العاجز یوسف

علی عفی عنہ مگھیلے والہ۔

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال پر مطلع ہوکر اس کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے مرتد ہے، بلکہ جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک وتردد کرے وہ بھی کافر مستحق عذاب عظیم ہے۔ شفا شریف میں ہے ''یکفر من لم یکفر من وان بغیر ملة المسلمین من الملل اووقف فیھم او شک''، یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے اس کی تکفیر میں توقف یا شک وتردد رکھے۔ وغررو مجمع الانہر ودرمختار وفتاویٰ خیریہ وبزازیہ وغیرہ میں ہے ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''، یعنی جو شخص اس کے کفر وعذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمٰن البہاری عفی عنہ۔

صحیح جواب۔ ......احمد رضا عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عبدالمجید سنبھلی عفی عنہ۔

صحیح جواب۔ ......عبدہ ظفرالدین بریلوی حنفی قادری رضوی۔

عبدالمصطفیٰ ظفرالدین احمد بریلوی مہردار الافتاء مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلوی منظر الاسلام۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ ......احقر زمن محمد حسن مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

جواب صحیح ہے۔ ......سید حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جواب صحیح ہے۔ ......کریم بخش سنبلی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالوحید مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

الجواب صحیح ھذا۔ ......محمد اشرف مدرس نعمانیہ لاہور۔

قولنا بہ ھذا المحکم ثابت۔ ......فقیر سعداللہ شاہ ساکن سوات۔

رأیتہ وجدتہ صحیحا ملیحا۔ ......مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر۱۹ سیالکوٹی ثم گجراتی۔

جواب صحیح ہے۔ ......بندہ امام الدین کپورتھلوی۔

هذا الجواب صحیح۔ ......سید علی جالندھری۔

لقد اصاب من اجاب. ......حررہ الفقیر المفتی ولی محمد جالندھری۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ فتح الدین ہوشیار پوری۔

هذاالجواب صحیح لاشک فیه۔ ......محمد رشید الرحمٰن۔

الجواب صحیح لاشک فیه۔ ......علم الدین لاہوری۔

جو ایسے شخص کو مسلمان سمجھتا ہے وہ یا جاہل یا بدعقائد۔ بیعت اور امامت ایسے شخص کی درست نہیں۔ کتبہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ......سید علی زینبی مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ ......ابوالعماد محمد شبلی عفی عنہ جی راجپوری مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ایسا شخص جاہل ہے اس کو سمجھانا چاہیے اور اگر وہ اپنی غلطی پر مصر ہو اور ہٹ دھرمی کرے تو اس کی امامت سے بچنا چاہیے اور بیعت ایسے شخص سے نہ کی جائے یہ شخص بدعتی ہے۔ حررہ واحد نور رام پوری۔

بہتر یہی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ حررہ محمد امانت اللہ علی گڑھ۔

هذه الاجوبة صحیحة۔ ......محمد لطف اللہ علی گڑھ۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان جانے گو اس کے طریقے پر نہ ہو یا مرید نہ ہو مگر وہ ایسا ہے جیسا کہ شمر اور ابن زیاد اور یزید اور ابن ملجم کو مسلمان جانتا ہے۔ اور جاننے والا ہے منافق اور خارجی ہے۔ حررہ عین الہدیٰ شاہ قادری از کلکتہ۔

ایسا شخص جاہل ہے کفر اور اسلام میں تمیز نہیں رکھتا اس کی امامت اور بیعت قبول نہیں ہے یا واقف متعصب ہے اس کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ یہ تعصب بے محل مخل امامت وارشاد ہوگا۔

حررہ ابوالحامد محمد عبدالحمید عفی عنہ حنفی القادری الانصاری النظامی لکھنوی۔

هذه الاجوبة صحیحة۔ ......ابوسعید محمد عبدالخالق لکھنوی۔

اصاب من اجاب۔ ......محمد عبدالعزیز لکھنوی۔

صحیح جواب۔ ......عبدالخالق لکھنوی۔

الجواب صحیح۔ ......ولی محمد کرنالوی۔

جواب صحیح۔ ......محمد قاسم عبدالقیوم الانصاری لکھنوی۔

اصاب من اجاب۔ ......محمد برکت اللہ لکھنوی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عبدالہادی الانصاری لکھنوی۔

صحیح الجواب۔ ......محمد عبیداللہ لکھنوی۔

ایسا شخص فاسق ہے۔ ......محمد عبدالغنی مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ محمد قاسم مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد کرامت اللہ دہلوی۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ......بندہ محمد آمین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عبدالحق دہلوی۔

جو شخص مرزا کے عقائد معلوم کر کے اس کو کافر وخارج دائرہ اسلام نہ جانے وہ بھی اسی کا پیرو ہے۔ ابومحمد سعید محمد حسین بٹالوی۔

اگر غلام احمد کے عقائد کو یہ عقائد کفریہ جانتا ہے اور پھر ان سے راضی وخوش ہے تو یہ بھی کافر

ہے لان الرضا بالکفر کفر۔محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

مرزا اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو اچھا جاننے والا جماعت اسلام سے جدا ہے ایسے شخص سے بیعت کرنا حرام اور اس کو امام بنانا ناجائز ہے۔مشتاق احمد حنفی مدرس گورنمنٹ اسکول دہلی۔

کسے کہ قائل جواز اقتداء خلف مرزا واتباع او باشد مخطی وناواقف از اصول دین است زیرانکہ صحت نماز بدون ایمان صورت نمی بندد وبطلانِ نمازِ امام موجب بطلانِ نمازِ مقتدی است کمالایخفی علی من لہ مسکہ بالدین وبیعت چنین ناواقف برین قیاس باید کرد۔غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ذاکر بگوی عفی عنہ لاہوری۔

من اصاب فقد اجاب۔ ......غلام رسول ملتانی۔

الجواب صحیح۔ ......ابومحمد احمد عفی عنہ چکوال لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......نور احمد امرتسری۔

اصاب من اجاب۔ ......سید حسین مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو باوجود، دعاوی کے اہل اسلام جانے یا اپنے دعوے میں صادق سمجھے وہ اسلام اور دین محمدی سے خارج ہے۔الراقم عبدالجبار امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالعزیز ساکن قلعہ صبھا سنگھ۔

ایسا شخص منافق ہے ایسے شخص کے خلف اقتداء درست نہیں سلام دین امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......حکیم ابوتراب محمد عبدالحق امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......سید شاہ حیدر آبادی۔

جو شخص اس کو حق جانتا ہے وہ بھی صراط مستقیم دین قویم سے منحرف ہے مرید احمد قادیانی۔

ایسا شخص کافر اور مرتد ہے ابو یوسف امرتسری۔

ایسا شخص ساترِ حق ہے اور باطن میں معتقد قادیانی کا ہے ایسے امام کی بیعت وغیرہ سے کنارہ کشی واجب ہے۔الراقم محمد محی الدین الصدیقی الحنفی امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد اسحق لدھیانوی۔

اس کے عقیدے میں فرق ہے اس کی امامت اور بیعت جائز نہیں۔الراقم عبدالسلام پانی پتی۔

شخصِ مذکور اگر مرزا کے کفریہ متقدمات پر اطلاع حاصل کرنے کے بعد اس کی تکفیر کرے تو فبہا ورنہ وہ بھی قادیانی کے ساتھ کفر میں ''ہم رشتہ'' ہے اس کی بیعت اور امامت جائز نہ ہوگی۔حررہ خلیل احمد۔

الجواب صحیح۔ ......عبداللطیف سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ......ثابت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

الجواب صحیح والقول تصحیح۔ ......غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ ......حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان سائل ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور ہر ایک جواب کی تائید کے ادلۂ قطعیہ مؤید ہیں اور کتب شرعیہ ان سے مملو۔ کتبہ احقر عبداللہ الصمد۔ ......ابوالوفا غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

رأیتہ فوجدتہ صحیحاً۔ ......نبی بخش حکیم رسول نگری۔

اصاب من اجاب۔ ......فضل احمد رائے پور گجراں۔

الجواب صحیح۔ ......محمد رکن الدین نقشبندی ساکن الور۔

ما اجاب به المجیب فهو مصیب۔ ......غلام احمد امرتسری۔

جواب صحیح ہے۔ ......خادم شریعت ابوالہاشم محبوب عالم سنید ے ضلع گجرات۔

الجواب صحیح۔ ......فتح محمد۔

صحیح جواب۔ ......شیر محمد۔

الجواب صحیح۔ ......فقیر غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

الجواب صحیح۔ ......فقیر غلام اللہ قصوری۔

الجواب صحیح۔ ......فتح محمد۔

الجواب صحیح۔ ......احمد علی شاہ اجمیری۔

هذاهو الحق۔ ......جمال الدین کٹیالوی۔

الجواب صحیح۔ ......سلطان احمد گنجوی ضلع گجرات۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عظیم متوطن گکھڑ۔

المجیب مصیب۔ ......احمد علی بٹالوی۔

الجواب صحیح۔ ......صدیق احمد مونوی۔

جواب درست ہے۔ ......احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

الجواب صحیح ۔ ......عنایت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح ۔ ......محمد بخش سہرائی۔

الجواب صحیح۔ ......گل محمد خان مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......سید محمد مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......غلام اسعد حنفی مدرس مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......عزیز الرحمٰن مفتی عفی عنہ مدرسہ عالیہ دیوبند۔

اصاب المجیب۔ ......محمد حسن مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ محمود مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......قادر بخش مہتمم جامع مسجد سہارن پور۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ عبدالمجید عفی عنہ

الجواب صحیح۔ ......علی اکبر عفی عنہ

المجیب صادق۔ ......عبدالخالق۔

الجواب صحیح۔ ......ابوعبدالجبار محمد جلال الدین امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......رحیم بخش جالندھری۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالصمد عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالکریم ساکن ٹنڈہ محمد خان ضلع حیدرآباد سندھ۔

الجواب صحیح ۔ ......محمد یعقوب دیوبند۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔......حبیب المرسلین مدرس اول مدرسہ حسین بخش دہلوی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی۔

هذاهو الحق۔ ......خادم حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ناظر حسن صدر مدرس عربیہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عزیز احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

المجیب مصیب۔ ......محمد احکم عفی عنہ مدرس مدرسہ بارہ ہندو رائے دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ ضیاء الحق عفی عنہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری۔

الجواب صحیح۔ ......ولی محمد کرنالوی۔

ایسے آدمی کی بیعت ہی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔ احمد علی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

جو ایسے مدعی کو اس کے اقاویل کاذبہ اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتا ہے اور راضی ہے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ الرضاء بالکفر کفر۔ محمد عبدالغفار خان رام پور۔

الجواب صحیح۔ ......محمد سلامت الہدیٰ رام پوری۔

جواب صحیح ہے۔ ......احمد سعید رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔

ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ ......محمد معز اللہ خاں رام پوری۔

ایسے صریح منکر کو مسلمان سمجھنا تو گویا خود مسلمانی سے خارج ہونا ہے۔ ابوالمعظم سید محمد اعظم مفتی حنفی شاہ جہاں پوری۔

جو شخص مرزا غلام احمد کے عقائد مخالف کو اچھا جانے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور نہ اس سے کسی کو بیعت کرنا جائز ہے۔ ابویوسف علی میرٹھی جواب صحیح ہے۔ محمد عبداللہ علی گڑھ۔

مرزا اور اس کے اتباع کی مثل میرے نزدیک اسلامی فریق میں ایسا کافر کوئی نہیں۔ العاجز عبدالمنان وزیر آبادی۔

جو ایسے اعتقاد والے کو مسلمان جانے وہ شخص بھی کافر ہے۔ جمال الدین ریاست کشمیر۔

الجواب صحیح۔ ......احمد جی علاقہ چھچھ۔

الجواب صحیح۔ ......سید محمد حسین واعظ ساڈھورہ۔

جو شخص مرزا کے عقائد سے ناواقف ہو کر مسلمان لکھتا ہے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہے ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلی کشن گنج۔

جو شخص مرزا قادیانی کے حق میں باوجود الہامات کے معلومات کے کہ وہ اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر تفضیل دیتا ہے اور دعویٰ رسالت کرتا ہے، حسن ظن رکھتا ہو اور اس کو مسلمان کہتا ہو تو وہ شخص خود دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص کی امامت اور بیعت شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے اور اہل اسلام کو اس سے اجتناب لازم ہے۔

حررہ محمد خدا بخش عفی عنہ پشاوری۔

مرزا کو یہ شخص اگر بنا بر جہالت کے مسلمان سمجھتا ہے تو معذور سمجھا جائے گا اگر باوجود اس کے ایسے دعاوی کفریہ اور عقائد باطلہ کے اس کو محض کلمہ گوئی کے مسلمان جانتا ہے تو خود اس کے اسلام پر خطرہ ہے۔ اس کو پہلے تعلیم کافی دی جائے اگر نہ سمجھے پھر اس کی امامت اور بیعت کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ حررہ عبدالحق الملتانی۔

الجواب صحیح۔ ......محمود عفی عنہ ملتانی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد فیض اللہ ملتانی عفی عنہ۔

من سب الشیخین او طعن فیہما فقد کفر لاتقبل توبتہ بل یقتل (درمختار) چہ جائیکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات پر طعن کرنے والے۔ اور دعوائے نبوت کرنے والا اشد کافر ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم اپنی وحدانیت میں لاشریک ہے ویسا ہی محمد رسول اللہ ﷺ اس کے بندوں میں یکتا اور بے نظیر ہیں۔ تراب اقدام اھل اللہ۔ فقیر

ابومیر محمد امیر اللہ قریشی الہاشمی جلال پور جٹاں بقلم خود۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مرزائی لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے سب عقائد کوتسلیم کرتے ہیں اوراس کی رسالت کے قائل ہیں، اس کومسیح موعود مانتے ہیں۔اس واسطے علمائے عرب وعجم نے مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔اگر کوئی مسلمان اپنی دختر کا نکاح کسی مرزائی سے کردے بعد میں اس کومعلوم ہو کہ یہ شخص مرزائی ہے۔آیا یہ نکاح عندالشرع جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور یہ شخص اپنی لڑکی کا نکاح ثانی بلائے طلاق مرزائی زوج کے کسی مسلمان سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل جزاء کم اللہ الرب الجلیل.

الجواب: مرزائی مرد سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوتا بلاطلاق سنیہ کا باپ اس کا نکاح کسی سنی سے کرسکتا ہے بلکہ فرض ہے کہ اس لڑکی کواس مرزائی سے فوراً جدائی کرے کہ اس کی صحبت اس کے ساتھ خاص زنا ہے۔بالکل وہی حکم ہے جو کوئی شخص اپنی دختر کسی ہندو کے گھر بلا نکاح بھیج دے بلکہ اس سے سخت تر کہ وہاں حرام کوحرام کی ہی مد میں رکھا اور یہاں نکاح پڑھا کر معاذ اللہ اسی حلال کے پیرایہ میں لایا گیا اس سے فوراً علیحدہ کر لینا فرض ہے پھر جس سنی سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ردالمختار میں ہے قولہ'حرم نکاح الوثنیت وفی شرح الوجیز وکل مذہب یکفر وبہ معتقدہ'' درمختار میں ہے''ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وھی خمس النکاح والذبیحۃ'' الخ یہاں تک اصل حکم شرعی کا بیان تھا شرعاً یہ صورت جائز ہے اوراز دواج مکرر سے پاک کہ پہلا نکاح ہی نہ تھا مگر قانون رائج میں جوامر جرم ہے شرعاً اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لئے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

قانون کا حال وکلاء جانتے ہیں اگر از روئے قانون بھی یہی صورت داخل جرم نہ ہو یا قانون حکم فتویٰ کو تسلیم کرکے اس کا جرح نہ ہونا قبول کرلے تو حرج نہیں ورنہ ان سے دور رہا جائے۔ہاں دختر کو جس جائز طریقہ سے ممکن ہو جدا کرنا سخت فرض اہم ہے اگرچہ دوسری جگہ نکاح نہ ہوسکے۔واللہ اعلم وعلمہ اتم۔کتبہ عبدالنبی نواب مرزا عفی عنہ سنی حنفی بریلوی۔

صحیح جواب۔ ......واللہ اعلم فقیر احمد رضا خاں عفی عنہ بریلوی

الجواب ھو ملھم الصدق والصواب بے شک بلاتردد کرسکتا ہے کہ مرزائی سے نکاح باطل محض زنائے خالص ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح کسی قسم کی عورت کے ساتھ نہیں ہوسکتا طلاق کی حاجت نکاح میں ہوتی ہے نہ کہ زنا میں۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے''ولایجوزللمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ'' واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔فقط حررہ الفقیر القادری وصی احمد حنفی فی مدرسۃ الداریۃ فی پیلی بھیت

الجواب صحیح بلا قیل وقال والمجیب مصیب بعون اللہ المتعال الفقیر محمد ضیاء الدین جو کچھ کہ حضرت قبلہ محدث ارشد فقیہ اوحد صاحب تصانیف کثیرہ جناب مولانا مولوی وصی احمد قبلہ مشہور محدث سورتی دام فیضہ القوی وعم مدظلہ الی یوم الابدی نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور حضرت مجیب مدظلہ الاقدس اپنے جواب میں نجیح ہیں۔

فقط حررہ عبدالاحد مدرس مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت۔

الجواب: مرزا کے پیرو جو کہ اس کی نبوت کے قائل ہیں اوراس کے عقائد کے معتقد، وہ بے شک کافر ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں مسلمہ عورت کا نکاح مرزائی سے منعقد نہیں ہوتا بعد علم اس امر کے کہ زوج مرزائی ہے زوجہ کا والد اپنی دختر کا نکاح بلا طلاق دوسری جگہ

کرسکتا ہے چونکہ پہلا نکاح کوئی چیز نہ تھا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (البقرة: ۲۲۱)

فتح القدیر میں ہے: ”ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم وفی شرح الوجیز وکل مذہب یکفربه معتقده لان اسم المشرک یتناولهم جمیعاً“

مرزائی بقول صریح حکم فقہ مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح باطل ہوتا ہے بعد گزرنے عدت کے وہ عورت جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے کماهو مصرح فی کتب الفقه۔

رقیمه العبد محمد ابراہیم الحنفی القادری عفی عنہ المدرس بالدرسة الشمسیة بجامع بلده بدایوں۔

الجواب صحیح والرائی نجیح۔ ......حررہ محمد عبدالمقتدر القادری البدایونی عفی عنہ خادم المدرسة القادریہ۔

صحیح الجواب والمجیب مصیب۔......محمد عبدالماجد عفی عنہ مہتمم مدرسہ شمسیہ بدایوں۔

الجواب صحیح والقول قوی۔ ......حررہ المسکین احقر العباد فدوی علی بخش گنہ پنڈا احقر العباد سید شہاب الدین جالندھری بقلم خود۔

الجواب صحیح۔ ......محمد شرافت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد شجاعت علی۔

اصاب من اجاب۔ ......رقمہ محمد علی رضا عفی عنہ رام پوری۔

الحکم کذالک۔ ......محمد معز اللہ خاں مدرس مدرسہ عالیہ رام پور۔

من اجاب اصاب۔ ......محمد گلاب خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......خواجہ امام الدین صدیقی مدرسہ پشاوری عفی عنہ۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ......پیر حافظ سید ظہور شاہ قریشی الہاشمی جلال پوری عفی عنہ مولاہ۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔محمد یونس عفی عنہ پشاوری۔

وللہ در المجیب اصاب فیما اجاب الراجی الی غفران الحق۔نور الحق عفی عنہ پشاور مانسہری مولداً۔

هذا الجواب هو الصواب وموافق کما فی الکتاب ۔محمد عبدالحکیم سورتی پشاوری عفی عنہ سند یافتہ مدرسہ عالیہ ریاست رام پور۔

الجواب صحیح۔ ......نور الحسن مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الجواب صحیح وحقیق بالقبول۔ ......محمد میر عالم پشاوری ہزاروی اول مدرس عربی انجمن حمایت اسلام۔

الجواب صواب ومثاب۔ ......عبدالوہاب عفی عنہ پشاوری۔

المجیب مصیب۔ ......حررہ الاثیم مفتی عبدالرحیم خلف الوحید المفتی عبدالحمید المرقوم غفرله القیوم الساکن فی بلدہ پشاور۔

جواب درست۔ ......احمد علی مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ اندرکوٹ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد قمر الدین عفی عنہ رام پوری۔

ذالک کذالک۔ ......سردار احمد مجددی رام پوری۔

المجیب مصیب۔ ......حررہ احمد علی عفی عنہ لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد نور الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب صحیح۔ ......خان زمان عفی عنہ مدرس سیوم جامع العلوم کان پور۔

المجیب ھو المصیب۔ ......محمد یار لاہوری۔

المجیب ھو المصیب۔......ابوالحسن حقانی خلف الرشید مولانا واَولینا مولوی ابومحمد عبدالحق دہلوی۔

اصاب من اجاب۔ ......احقر دوست محمد جالندھری بقلم خود۔

ھذا الجواب مطابق للحق۔......غلام محمد عفی عنہ مدح پوری نمبردار چک نمبر ۱۲۵۵ ضلع لاہور۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب ویؤیدہ ماحققہ الفاضل البریلوی فی رسالتہ المسماۃ بازالۃ العار فی حجر الکریم عن کلاب النار وکذا ما فی رد الرفضۃ ونزھۃ الارواح فی احکام النکاح فی بحث الکفووفی زاد المعاد فی ھدی خیر العباد وللعلامۃ ابن القیم فی بحث الکفو لان نکاح المسلمۃ بالکافر والکافرۃ بالمسلم لا ینعقد اصلا والمسلمۃ بالمبتدع موقوفا وللاولیاء حق الاعتراض فان ترکھا فبھا والافالفتح للقاضی اوالحکم کما فی بھجۃ المشتاق فی احکام الطلاق فی بحث الفتح واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حررہ فقیر محمد یونس عفی عنہ قادری حنفی کشمیری مولدابشاوری نزیلا بقلمہ۔ ترجمہ: جواب صحیح اوردرست ہے جیسا کہ تائید کرتا ہے اس کی وہ جو تحقیق کیا ہے فاضل بریلوی نے رسالہ مسمّٰی ازالۃ العار فی حجر الکریم عنہ کلاب النار میں اور جیسے کہ ردالرفضۃ اورنزھۃ الارواح میں ہے کہ نکاح کے حکموں میں بحث کفو میں اور زاد المعاد فی

ھدی خیر العباد لابن قیم میں ہے بحث کفو میں کیونکہ نکاح مسلمان عورت کا کافر مرد کے ساتھ اور کافر عورت کا مسلمان مرد کے ساتھ ہرگز منعقد نہیں ہوتا مسلمان عورت کا نکاح بدعتی مرد کے ساتھ موقوف ہوتا ہے اگر وہ بدعت سے توبہ نہ کرے تو عورت کے ولیوں کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے پس اگر وہ بدعتی خاوند ولیوں کے اعتراض پر اس کو چھوڑ دے تو بہتر ورنہ قاضی کے حکم سے ٹوٹ جائے گا جیسے کہ بھجۃ المشتاق احکام بحث فتح میں ہے۔ واللہ اعلم الخ

الجواب صحیح علمائے کرام نے بے شک مرزا پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کافر ہونے کی حالت میں جو امور جواب میں تحریر فرمائے ہیں صحیح اور درست ہیں۔ واللہ اعلم احمد علی مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب: چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد جو مدعی نبوت ہوگا کافر ہے بتقدیر صحت دعویٰ نبوت مرزا کے ان کے ساتھ معاملہ کفار رکھنا چاہیے۔ لہٰذا نکاح عورت مسلمان کا کافر اور مرزائی سے حرام ہوگا۔ فقط راقم محمد عبدالعزیز عفی عنہ مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

اگر مذکورہ بالا مرزائی مرزا کو رسول مانتا ہو تو یقیناً کافر ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ راقم فیض الحسن نعمانیہ لاہور۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ مرزا کے عقائد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں پس اس کا پیرو جس کے عقائد مثل مرزا کے کفریہ ہیں اور تاویل ممکن نہیں مسلمہ سنیہ عورت کو اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اور اگر کیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اعلم ہے۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ۔

الجواب صحیح۔ ......احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

اصاب المجیب۔ ......العلام بندہ اصغر حسین عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد سہول عفی عنہ مدرس دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......بشیر احمد عفی عنہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......خاکسار سردار احمد عفی عنہ دیوبند۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم چونکہ مرزائی فرقہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو خاتم النبیین نہیں مانتا بلکہ ان کا ایمان ہے کہ مرزا قادیانی ہی آخر الزمان نبی ہے اور ایسا ہی اس کو مسیح موعود اور کرشن وغیرہ مانتے ہیں اور نیز جمہور کے خلاف انہوں نے قرآن مجید کے معنی کیے ہیں۔ اس واسطے یہ لوگ مسلمان نہیں تصور کئے جاتے چونکہ وہ خود ہمیں کافر جانتے ہیں اس واسطے ایسے اشخاص سے مسلمان لڑکی کا نکاح ناجائز ہے۔ نیاز مند نبی بخش حکیم رسول نگری۔

جو لوگ مرزا کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ بے شک نص صریح قرآنی اور حدیث رسالت پناہی کے منکر ہیں قال اللہ تعالیٰ وتبارک فی القرآن المجید ﴿ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین﴾ وقال ﷺ لانبی بعدی (رواہ الترمذی) محمد منور علی عفی عنہ رام پوری۔

بے شک مرزائی حکم مرتد میں ہیں اور ان سے مسلمہ عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ فقط رشید الرحمٰن رام پوری حال وارد جالندھر۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ریحان حسین عفی عنہ۔

بسملۃ وحمدلۃ وصلاۃ وسلاماً الامر کذالک۔ خادم الشعراء والاطباء والعلماء محمد ہادی رضا خان رئیس لکھنوی خلف حکیم مولوی محمد حسن رضا خان صاحب مرحوم۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عبدالسلام ٹوہانوی۔

حصار ذالک کذالک۔ ......فقیر سید عبدالرسول عفی عنہ جالندھری۔

بے شک مرزائی سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا اگر کوئی کردے تو بلا طلاق مرزائی زوج کے نکاح ثانی مسلمان سے کرسکتا ہے۔ کیونکہ پہلا نکاح نکاح ہی نہ تھا۔ حکیم مولوی عبدالرزاق راہوں بقلم خود محمد اسحٰق راہوں۔

صحیح جواب ہے۔ ......حبیب الرحمٰن منجن آبادی۔

اے عزیز باتمیز آگاہ ہو اور ہوشیار ہو جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ دعویٰ ہمسری کا کرے وہ بے شک مرتد اور کافر ہے اس کے ساتھ کھانا اور پینا اور سلام علیک کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔ خیال کرنے کی جا ہے۔ طریقۃ المسلمین میں ہے فجعلہ عبدا کاملا بحیث لاشریک لہ فی العبودیت وکمالھا کمانہ لا شریک للرب فی الربوبیۃ وخواصھا خلاصہ کلام اور مطلب مرام یہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شریک الوہیت اور ربوبیت میں نہیں ہے اسی طرح جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نظیر اور سہیم عبودیت میں نہیں ہے جیسا کہ شاعر نے کیا خوش لہجہ میں کہا ہے بیت

محمد سا اگر کوئی بشر ہوئے تو میں جانوں
جہاں میں گر نظیر ان کا دگر ہووے تو میں جانوں

بقلم خود:

خاکپائے اہل اللہ فقیر میر محمد امیر اللہ عفی عنہ مولاہ قریشی الہاشمی جلال پور جٹاں۔

فتویٰ نمبر۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایسے شخص کے حق میں ایک مسجد کا امام ہو اور مدعی علم ہو۔ ایک مرزائی مرگیا پہلے اس کا جنازہ مرزائیوں نے کیا اور دوبارہ امام مذکور جو اہل سنت والجماعت ہے، اس نے جنازہ کیا۔ تکفیر مرزا اور اس کے پیروان کا وہ عالم ہے کہ کل علمائے عرب وعجم تکفیر مرزا پر مواہیر ثبت کر چکے ہیں۔ امام مصلی جنازہ اس فتویٰ کو دیکھ چکا ہے دیدہ ودانستہ جو ایسا کام کرے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مرزا غلام احمد قادیانی اعلانیہ نزول وحی، نبوت اور رسالت کے مدعی ہیں اور ان کے مرید اور مقلد ان کے ان سب دعاوی کو تسلیم کرتے ہیں اس لحاظ سے ان کا اور ان کے مریدوں کا خارج از دائرہ اسلام ہونا مسلّم الثبوت مسئلہ ہے۔ امام ابوالفضل قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ میں فرماتے ہیں۔ وکذلک من ادعی نبوۃ احد مع نبینا علیہ السلام کاصحاب مسیلمۃ والاسود العنسی وبعدہ کالعیسویۃ من الیہود القائلین بتخصیص رسالتہ الی العرب وکالجزمیۃ القائلین بتواتر الرسل وکاکثر الروافضۃ القائلین بمشارکۃ علی فی الرسالۃ للنبی ﷺ وبعدہ کذالک کل امام عند ہؤلاء یقوم مقامہ فی النبوۃ والحجۃ وکالبزیغیۃ والبیانیۃ منہم القائلین بنبوۃ بزیغ وبیان اومن ادعی النبوۃ لنفسہ او جوّز اکتسابہا البلوغ بصفاء القلب الی مرتبتہا کالفلاسفۃ وغلاۃ المتصوفۃ وکذالک من ادعی منہم انہ یوحی الیہ وان لم یدع

النبوۃ وانہ یصعد الی السماء ویدخل الجنۃ ویاکل من ثمرتہا ویعانق الحور العین فہؤلاء کلہم کفار مکذبون للنبی ﷺ لانہ اخبر انہ خاتم النبیین لانبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل الی کافۃ الناس واجمعت الامۃ علی حمل ہذاالکلام علی ظاہرہ وان مفہوم المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ہؤلاء الطوائف کلہا قطعا اجماعا وسمعا (جلد۲ صفحہ۵۱۹) ترجمہ: اور ایسا ہی جو شخص کہ دعویٰ کرے کسی ایک کی نبوت کا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یعنی ان کی موجودگی میں جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے پیرو اور اسود عنسی کے تھے اور ایسے ہی جو دعویٰ کرے پیچھے ان کے مانند عیسویہ کے یہودیوں سے جو کہ محمد ﷺ کی نبوت کو عرب کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور مانند جزمیہ کے جو تواتر رسل کے قائل ہیں (وہ کہتے ہیں کہ رسول ہمیشہ آتے رہیں گے) اور مانند بعضوں کے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم محمد ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور ان کے پیچھے بھی نبی تھے اور ایسے ہی ان کا ہر امام ان کے نزدیک نبوت اور حجت میں محمد ﷺ کا قائم مقام ہے اور مانند بزیغیہ اور بیانیہ کے جوان سے بزیغ اور بیان کی نبوت کے قائل ہیں یا وہ شخص جو اپنی ذات کے واسطے نبوت کا دعویٰ کرے یا نبوت کے حاصل کرنے اور صفائی قلب کے ساتھ نبوت کے مرتبہ پر پہنچنے کو جائز کہتا ہو مانند فلسفیوں اور گمراہ صوفیوں کی اور ایسا ہی وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے اور اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے اور دعویٰ کرے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور جنت کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے بغل گیر ہوتا ہے، پس یہ سب کافر ہیں۔ نبی ﷺ کے جھٹلانے والے۔ اس لئے کہ انہوں نے خبر دی ہے کہ وہ نبیوں کے سلسلہ کے ختم کرنے والے ہیں ان کے پیچھے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور خبر دی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ نبیوں کے ختم

کرنے والے ہیں اور تحقیق وہ تمام خلقت کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اجماع کیا امت نے اس بات پر کہ اس کلام کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے۔ پس ان ایسے مدعیوں کے کفر میں قطعاً اور اجماع اور سمع کے طور پر کوئی شک نہیں ہے۔

ان حالات میں مرزا غلام احمد کے مریدوں کو پیش امام بنانا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا ہر گز درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ترجمہ: اور نہ نماز پڑھ کسی ایک پر ان میں سے جو مرے کبھی بھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کے دعا کرے۔ (تحقیق) انہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ کفر کی حالت میں مرگئے۔

پس جس شخص نے دیدہ و دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس شخص کو علانیہ توبہ کرنی چاہیے اور مناسب ہے کہ وہ اپنے تجدید نکاح کرے اور حسبِ طاقت آدمیوں کو کھانا کھلائے اور اگر وہ شخص اعلانیہ توبہ نہ کرے تو اہل سنت والجماعت کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے ایسے منافق کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی۔ ھذا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالمذنب محمد عبداللہ ٹونکی از لاہور عفی عنہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو نصوص قطعیہ کے منکر ہیں پس جو شخص نص قطعی کا انکار کرے وہ کافر ہے کافر کے واسطے بخشش مانگنا گناہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ترجمہ: (اے پیغمبر) تم ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرت کی دعا نہ کرو

(ان کے لئے یکساں ہے) اگر تم ستر دفعہ بھی مغفرت کی دعا کرو گے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ یہ ان کے اس فعل کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ (ایسے) سرکش لوگوں کو (توفیق) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

حررہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری جلال پوری۔

سوال: مرزائی کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: کفر ہے کافر کو مثل مسلمان کہنا جیسا کہ مسلمان کو کافر کہنا۔ جنازہ کی دعا میں یہ لفظ آتے ہیں: اللّٰھم من احییتہ منا فاحییہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان

یعنی ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا ہے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو مارنا ہے اس کو ایمان پر مار۔

اس نے میت کو اپنے زمرہ اسلام میں شمار کیا اور آپ میت کے ساتھ شامل ہوا یہ اقرار عدم امتیاز کا ہے درمیان کافر اور مسلمان کے اور جو کافر اور مسلمان کو برابر سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ حدیث کا فتویٰ ہے کہ جو کسی قوم سے مل کر کھائے اور مل بیٹھے اور اس کا دل ویسا ہی ہو جاتا ہے اور وہ ملعون ہو جاتا ہے۔ عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی فنھتھم علماء ھم فلم ینتھو فجالسوا فی مجالسھم واکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض ولعنھم علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم۔ یعنی جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑی تو ان کے علماء نے ان کو منع کیا باز نہ آئے۔ وہی علماء ان کے ساتھ مل بیٹھے اور مل کے کھایا پیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کے دل یکساں سیاہ کر دیئے اور داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ان کو ملعون بنایا۔ فقیر غلام قادر بھیروی از لاہور۔

قدصح الجواب المجیب المصیب۔ ......احقر محمد باقر عفی عنہ نقشبندی مجددی لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ عبدالسلام عفی عنہ ٹوٹانوی مولداً دیوبندی۔

هذاالجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ......محمد یار عفی عنہ لاہور امام مسجد سنہری۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ......محمد حسن عفی عنہ مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

المجیب مصیب۔ ......محمد عمر خان عفی عنہ لاہور۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عالم دوم مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

ذالک کذالک۔ ......محمد حسین عفی عنہ لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......غلام رسول مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

الجواب صحیح۔ ......ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد یونس عفی عنہ کشمیری مولداً فشاوری۔

الجواب صحیح۔ ......حررہ الراجی بارگاہ حق نورالحق مانسہرہ۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔ ......نورالحق مانسہرہ مولداً۔

لیس المثاب الاھذا الجواب واللہ اعلم بالصواب۔ ......عبدالوہاب پشاوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد میر عالم عفی عنہ ہزاروی حال انجمن حمایت اسلام پشاور۔

هذاالجواب الصحیح والحق الصریح۔ ......عبدالحکیم صواتی مولداً پشاوری سند یافتہ مدرسہ عالیہ رامپور ریاست۔

الجواب صحیح۔ ......نورالحسن عفی عنہ نائب مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الجواب صحیح۔ ......محمد نورالحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الجواب صحیح۔ ......خان زمان مدرس سوم جامع العلوم کانپور۔

هذاالجواب صحیح مطابق للحق۔ ......غلام محمد عفی عنہ مدح پوری۔

الجواب صحیح۔ ......ابوالحسن حقانی ابن مولوی ابومحمد عبدالحق دہلوی۔

الجواب: چونکہ نمازِ جنازہ میں دعائے مغفرت للمیت ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ دعائے مغفرت للکافر ہے۔ علمائے کرام فتویٰ کفر مرزا اور اس کے متبعین پر دے چکے ہیں بنابریں مصلی صلوۃ جنازۃ للمرزائی بغیر توبہ جدید مسلمان نہ ہوگا۔ عبدالرؤف مدرس مدرسہ اسلامیہ عین العلم شاہجہانپوری عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ سلطان حسن غفرلہ مدرس مدرسہ عین العلوم شاہجہانپور۔

صح الجواب۔ ......عاجز عبدی سر عفی عنہ۔

المجیب مصیب۔ ......محمد سخاوت اللہ مدرس مدرسہ عین العلوم۔

الجواب: امام کو مناسب نہ تھا اس کی نماز پڑھنا اگر امام توبہ نہ کرے تو اس کو عہدۂ امامت سے معزول کرنا چاہیے۔ ابومحمد عبدالحق دہلوی۔

قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ابومحمود محمد رمضان عفی عنہ لدھیانوی۔

صورت مذکورہ میں امام مذکور سخت مداہنت اور جرم عظیم کا مرتکب ہے اور اس لئے فاسق ہے۔ توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو زجراً مسلمان اس سے اسلامی تعلقات ترک کردیں۔ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مولاہ مدرس امینیہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......مشتاق احمد مدرس دہلی۔

الجواب مصاب۔ ......امام مذکور اگر معتقد کفر غلام احمد قادیانی کا نہیں تو بسبب ادا کرنے صلوٰۃ جنازہ پیروان اس کے کافر ہوگیا اس لئے کہ غلام احمد مذکور قطعاً کافر ہے اس نے کلام اللہ کو محرف کردیا ہے اور تحریف کتاب اللہ کا کفر ہے اور ایضاً اللہ جل شانہ

قرآن میں فرماتا ہے ﴿وَلاَ تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلاَ تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾۔ العبد الاثیم مفتی عبدالرحیم خلف الوحید مفتی عبدالحمید پشاوری۔

ھو الموفق صحت نماز جنازہ کی شرائط میں سے ایک شرط اسلامِ میت بھی ہے کما صرح به الفقهاء الكرام اگر کوئی شخص قطعاً اسلام سے خارج ہوجائے وہ جس گروہ کا ہو دیدہ ودانستہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھانا ناجائز اور ایسی ناجائز کہ نماز پڑھنے والا گناہگار ورنہ نہ۔ و اللہ اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب۔ حررہ محمد عبدالحمید۔

الجواب: جب کہ اس امام نے بعد علم اس بات کے کہ وہ میت ہم عقیدہ وہم مذہب مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے اس میت کے عقائد حد کفر قطعی تک پہنچے ہوئے تھے اور میت کا تائب ہونا اس کو نہ معلوم ہوا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھا دی تو اس کے متعلق دعائے مغفرت پر کافر کا حکم عائد ہوگا۔ بعض علماء نے دعائے مغفرت کافر پر حکم کفر دیا ہے اور بعض نے احتیاط کی ہے۔ بہرحال یہ فعل اجماعاً حرام ہے۔ اگر اس کو حلال سمجھے گا تو سب کے نزدیک حکم کفر عائد ہوگا۔ درمختار میں ہے ''والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر'' ردالمحتار میں ہے ''رد على الامام الوافى ومن تبعه حيث قال ان الدعاء بالمغفرة للكافر كفر''

علماء محققین فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں علماء آپس میں کفر اور عدم کفر میں مختلف ہوں تو احتیاط عدم تکفیر میں ہے۔ ہاں ایسے شخص کو توبہ اور تجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا گیا ہے اور وہ جب تک توبہ نہ کرے مسلمانوں کو اس سے اجتناب اور اس کی اقتداء سے پرہیز کرنا چاہیے۔ فقیر حافظ محمد بخش عفی عنہ قادری مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں۔

